مزاحیہ ڈرامے

ایک ایکٹ کے بہترین شاہکار

خلیل احمد

آزاد بک ڈپو۔ امرتسر

یونین پرنٹنگ پریس دہلی

قیمت دو روپے پچاس پیسے ۲ روپے — ۵۰ پیسے

انتباہ

جو اصحاب فلم اور اسٹیج کمپنیاں اور شوقین کلبس ان ڈراموں میں سے کسی ایک کو اسٹیج کرنا یا فلمانا چاہیں وہ ازراہ عنایت آزاد بک ڈپو ہال بازار امرتسر سے خط و کتابت کریں کیونکہ ان ڈراموں کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

(خلیل)

فہرست مضامین

مصنّف کی بیوی

یہ مزاحیہ ڈراما جارج کورٹلین (GEORGES COURTELINE) کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ کورٹلین ۱۸۶۰ء میں بمقام ٹورز پیدا ہُوا۔ ڈرامہ نگاری کا فن ورثہ میں ملا تھا۔ جس زمانے میں اس نے مزاحیہ نگاری کی طرف قدم بڑھایا اس وقت فرانس میں بہترین طنز نگار موجود تھے لیکن یہ سب پر بازی لے گیا۔ اور اس کے مزاحیہ ڈراموں نے فرانس کے طول و عرض میں قہقہوں کی گونج پیدا کر دی۔ اسکے مشہور ڈرامے یہ ہیں

1 LAGATS DE ESCADROM-2-BOUBOUROCH — 3 —

1'ACLIENT SIRRIVE.

مصنّف کی بیوی سب سے پہلے نومبر ۱۹۰۳ء میں پیرس کی اسٹیج پر دکھایا گیا۔

افراد { بختیار ——— مُصنّف
طاہرہ ——— اسکی بیوی (بے حد حسین اور نوجوان)

منظر۔ مُصنّف کا دار المطالعہ۔ عقب اور داہنی طرف دو کمرے بائیں جانب ایک بڑی کھڑکی۔ دیواروں پر تصویریں آویزاں ہیں۔ مرکز میں ایک میز

استاد ہے۔ جس پر کاغذ بکھرے پڑے ہیں۔ بائیں جانب ایک دو چھوٹی چھوٹی لیکن بلند میزیں بھی رکھی ہیں۔ جن پر صرف کھڑے ہو کر لکھا جا سکتا ہے۔ ساز و سامان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کسی امیر گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ بڑی میز کے نیچے ایک پاندان بھی رکھا ہے۔ کمرے میں ایک دو جگہوں پر چیتے کی کھالیں بچھی ہیں۔

جب پردہ اٹھتا ہے تو بختیار اکیلا اپنی میز پر بیٹھا لکھنے میں مصروف نظر آتا ہے۔ پھر اپنے مسودہ کی سطور گنتا ہے۔

مقام۔ دہلی۔ دورِ حاضرہ۔

بختیار۔ دو سو پینتالیس ... دو چھیالیس ... دو سو سینتالیس... دو سو اڑتالیس ... ابھی تیس سطریں باقی ہیں۔ لرزہ خیز!... کم از کم افسانے کے بیس پیرے ہو جائیں گے۔ اختتام بہت موثر ہوگا۔ اخیر میں تذبذب... بھی کامیاب رہ گیا۔ اگر اب بھی "شائقین" مطمئن نہ ہوں تو جائیں جہنم میں! کیا سر کھپایا ہے۔

(اپنا قلم پھر ہاتھ میں لیتا ہے اور سیاہی میں ڈبو کر لکھنے کو تیار ہوتا ہے۔ آہ بھرتا ہے۔ اور طویل جمائی لے کر انگڑائی لیتا ہے) بالکل تھک گیا ہوں... ارے بڈھے! ذرا ہمت کرو ---- اسپرین کی ایک گولی کھا لو۔ جی کیوں ہار رہے ہو! (پھر لکھنے کا تہیہ کرتا ہے اور پچھلا لکھا ہوا بلند آواز سے پڑھتا ہے)... اسی اثنا میں جب رات کی وحشت ناک خاموشی چاروں طرف چھائی ہوئی تھی گھڑیال نے تین بجائے۔ اور اس کی صدائے بازگشت سے فضا

میں ایک ہیبت ناک گونج پیدا ہو گئی ..." (اپنی رائے دیتا ہے) فضا میں ایک گونج پیدا ہو گئی۔ کیا سر کھپا وا ہے (دانت پیس کر زور سے سر ہلاتا ہے اور پھر لکھنا شروع کر دیتا ہے) ——— گونج پیدا ہو گئی۔ اس وقت بوڑھا اپنے کمرے میں اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ وہ سر سے لیکر پاؤں تک ایک سیاہ لبادے میں لپٹا ہوا تھا۔ داڑھی برف کی طرح سپید تھی۔ آنکھوں سے آنسو نکل کر رخساروں پر ڈھلکتے ہوئے داڑھی میں جذب ہو رہے تھے ——— (اپنی رائے دیتا ہے) سفید داڑھی اور آنکھیں آنسو، بالکل ہنبوق! (لکھنا جاری رکھتا ہے) وہ چیخ کر کہتا ہے اے زمین پھٹ جا کہ میں تجھ میں سما جاؤں۔ بڑھاپے میں یہ کلنک کا ٹیکہ ... اس قدر ندامت! ... (اپنی رائے دیتا ہے) کس قدر پاجی پن ہے۔ (لکھتا ہے) اے خدا! کیا یہ ذلت کی زندگی قبر تک میرے ساتھ جائے گی۔ اور مرنے کے بعد بھی مجھے انہی الفاظ میں یاد کیا جائے گا؟ کیا اسی طرح میرے زخموں پر نمک پاشی ہوتی رہے گی۔" (اپنی رائے دیتا ہے) یہ افسانہ بھی کس قدر بے ڈھنگم سا بنتا چلا جا رہا ہے۔ لوگ اس کی خوب داد دیں گے۔ میری حوصلہ افزائی کریں گے۔ اور میں ان کی حماقت پر دل کھول کر ہنسوں گا (پھر لکھنا شروع کرتا ہے) "برف باری شروع ہو گئی ہے ..." (دروازے پر دستک کی آواز آتی ہے) اب ہماری بیوی صاحبہ آ گئی ہیں! (قلم میز پر رکھتا ہے۔ دستک کی آواز پھر آتی ہے) تھوڑی دیر ٹھہرو ابھی آیا (دروازہ کھولتا ہے)

(طاہرہ داخل ہوتی ہے)

طاہرہ:— آپ بھی تو ایک پُراسرار انسان معلوم ہوتے ہیں۔ کہیے ابھی بھی لکھ رہے تھے

ے

بنا رہے تھے!

بختیار۔ نہیں! ایک ضروری افسانہ دیکھنا تھا۔ اسلئے دروازہ بند کر لیا تھا۔ آنے جانے والے یونہی تنگ کرتے ہیں۔

طاہرہ۔ اچھا دروازہ جلدی سے بند کر لو۔ کہیں تمہارا تخیل باہر نہ بھاگ جائے

بختیار۔ تمہاری ہر بات میں کوئی نہ کوئی جاذبیت ضرور ہوتی ہے۔

طاہرہ۔ میں نے آپ جیسا مصنف کوئی نہیں دیکھا، جو اپنے آپ کو اسقدر اہمیت دے۔ آپ اپنے آپ کو تالے میں اس طرح بند رکھتے ہیں گویا کوہ نور آپ ہی ہیں بلاشبہ آپ اپنی شخصیت کو حد سے زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔

بختیار۔ تم بے وقوف ہوتی جاتی ہو!

طاہرہ۔ بے وقوف سہی، لیکن اتنی بے وقوف نہیں کہ اپنے آپ کو "ہندوستان کا شیکسپیئر" کہنے لگوں۔

بختیار۔ طاہرہ! یہ بہت ناانصافی ہے۔ میں نے تمہیں کب کہا تھا کہ میں ہندوستان کا شیکسپیئر ہوں؟ وہ تو تم سے باتوں ہی باتوں میں اپنی تصنیف کے متعلق میں نے ذکر کر دیا تھا، ("تصنیف" پر طاہرہ کھکھلا کر ہنس پڑتی ہے ... آپکی "تصنیف" ہا ہا ہا!) تمہیں میرا مضحکہ نہیں اڑانا چاہیئے۔ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جو کچھ میں لکھتا ہوں۔ وہ محض اپنی خوشنودی کیلئے لکھتا ہوں۔

طاہرہ۔ اگر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ لکھتے ہیں دوسرے لوگ اسے پسند کرتے ہیں تو آپ کا خیال بالکل غلط ہے۔

بختیار۔ معلوم نہیں میری ہنسی اڑانے میں تمہیں کیا لطف آتا ہے۔ بہر حال میں

دیکھوں گا کہ آخر میں کون ہنستا ہے (طاہرہ حیرت سے اسکی طرف دیکھتی ہے)
تھوڑی دیر صبر کرو۔ ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دیر۔ پیاری!

طاہرہ۔ کیا؟

بختیار۔ وقت نزدیک ہے۔ کچھ مدت کے بعد دیکھ لینا۔

طاہرہ۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے میرے دماغ میں کیا شک ڈالدیا ہے۔

بختیار۔ خوشامد۔

طاہرہ۔ بالکل ٹھیک ہے۔ آپ تو علم غیب بھی جانتے ہیں۔

بختیار۔ ہاں! ہم ایسے "چینی میل" "مضمون نگار" لال بجھکڑ بھی ہوا کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟ خیر! اب مذاق کو رہنے دو۔ آپ یہاں پر تشریف کیسے لائی تھیں؟

طاہرہ۔ میرا ارادہ تھا کہ میں آپکی زبان سے اس الہامی تخیل کے چند الفاظ سُن کر لطف اٹھاؤں۔

بختیار۔ یہ تو اپنے مذاق کے خلاف بات کر رہی ہو۔ ٹھیک ٹھیک بتاؤ!

طاہرہ۔ روپیہ!

بختیار۔ پچھلا روپیہ سب خرچ ہو گیا؟

طاہرہ۔ یہ بھی عجیب سوال ہے۔ آج یکم اکتوبر ہے۔ بھلا آج میرے پاس پیسے کہاں؟

بختیار۔ میں تو بھول ہی گیا تھا۔

طاہرہ۔ میرے پاس گھر کے خرچ کے لئے ایک پیسہ بھی نہیں۔ اور آپ بھول

ہی گئے تھے۔ اب چوری کر کے تھوڑا ہی پیسے کہیں سے لاؤں گی؟

بختیار۔ ابی! کون کہہ رہا ہے کہ تم چوری کر کے لاؤ۔ اتنی ہمت تم میں کہاں سے آگئی ہے۔ یونہی جھگڑا کرنے کا کیا فائدہ۔ تمہیں ایک بار کہہ دیا ہے کہ مریکم کو روپیہ لیا کرو۔ زیادہ تکرار کی کیا ضرورت ہے آج بھول گیا تھا کہ پہلی تاریخ ہے۔ تم تو یونہی ایسی گفتگو کے درپے ہو جاتی ہو جس سے غیر خوشگوار حالات کا امکان ہو جاتا ہے۔

طاہرہ۔ آپ یہ رنگین عبارت اپنے افسانوں کیلئے تہ کر رکھیں۔ مجھے تو اس وقت روپیہ درکار ہے۔

بختیار۔ ذرا ٹھہرو۔

طاہرہ۔ کیا؟

بختیار۔ وہ وقت قریب ہے۔ بہت جلدی۔

طاہرہ۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں اس وقت کیا محسوس کر رہی ہوں؟

بختیار۔ غصہ اور عتاب۔

طاہرہ۔ بالکل ٹھیک! میں تو پہلے بھی عرض کر چکی ہوں کہ آپ کو قیافہ شناش ہو جانا چاہیئے۔ اس سے بہت آمدنی ہو گی۔

بختیار۔ ذرا سارے بال سفید ہو جائیں تو یہی پیشہ اختیار کر لوں گا۔ اس وقت اپنا حساب تو طے کر لیں (اٹھ کر میز کی دراز کھولتا ہے اور نوٹوں کا ایک پلندہ نکالتا ہے)، ہاں جی! کتنے روپے؟

طاہرہ۔ آپ کو بھی تو معلوم ہے تین سو روپے مہینے کا خرچ!

بختیار - تین سو (دس دس روپے کے نوٹ گنتا ہے) ایک ۔۔۔ دو ۔۔۔

تین ۔۔۔ چار ۔۔۔ پانچ ۔۔۔

طاہرہ - اور مکان کا کرایہ ؟

بختیار - گھبراؤ نہیں - وہ میں علیحدہ دوں گا - کچھ نقد روپے بھی لے لو -

طاہرہ - آپکی مرضی -

بختیار - ذرا تمہیں بھی سہولیت ہو جائیگی (ایک سو پچیس روپے کے نوٹ

اور روپے میز پر رکھ دیتا ہے) یہ لو اپنا روپیہ !

طاہرہ - (گنتی ہے) ہیں ! اور باقی ؟

بختیار - باقی ایک سو پچاس ہیں نا ؟

طاہرہ - ہاں ! ہاں ! وہ بھی دو -

بختیار - لیکن وہ تو میں نہیں دوں گا -

طاہرہ - کیوں ؟

بختیار - تمہیں میرا قرضہ دینا ہے -

طاہرہ - مجھے ؟

بختیار - ہاں ! تمہیں !

طاہرہ - آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟ کب آپ نے مجھے روپیہ دیا تھا ؟ آپکو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نہایت باسلیقہ عورت ہوں ۔ ہماری شادی کو پانچ سال ہو چکے ہیں اور اس اثنا میں آپکو خوب تجربہ ہو گیا ہوگا کہ میں کس قدر باشعور اور امور خانہ داری میں کتنی دوراندیش ہوں

بختیار ۔ تم موضوع سے دُور جا رہی ہو ۔ تمہاری خوبیوں سے کون انکار کرتا ہے ۔ لیکن تم میں بہت سی خامیاں بھی موجود ہیں ۔ جو ایک اچھی عورت میں نہ ہوں تو بہتر ہے ۔ میں تمہارا حد سے زیادہ لحاظ کرتا رہا ہوں لیکن کبتک ؟ تم پر ایک سو پچاس روپے جرمانہ ہُوا ہے ۔

طاہرہ ۔ کیا میں کسی دیوانے سے گفتگو تو نہیں کر رہی ؟ کیسا جرمانہ ؟

بختیار ۔ ایک سو پچاس روپیہ جرمانہ ان لغزشوں اور زبان درازیوں کے بدلے جو تم مجھ پر کرتی رہو ۔ یہ ایک سزا دے رہا ہوں سمجھ گئی نا ؟

طاہرہ ۔ خاک بھی نہیں ۔

بختیار ۔ اچھا ! سنو ! میں جرمانے کی تفصیل سناتا ہوں ۔ اِس سے تم پر واضح ہو جائیگا ۔

(اپنی جیب سے چھوٹی ڈائری نکالتا ہے ۔ اور پڑھنا شروع کرتا ہے)

یکم ستمبر ۔ طاہرہ نے میرے ساتھ اِس مسئلے پر گفتگو کی ، جس کے متعلق وہ کچھ بھی نہ جانتی تھی ۔ باوجودیکہ میں نے دلائل سے اسکو جھٹلا بھی دیا لیکن وہ کج بحثی کرتی رہی ۔ صرف اِس لئے کہ میرے جیسا حلیق اور متحمل مزاج خاوند غصے میں آجائے اور ایک تنازع پیدا ہو ۔ اِس جرم میں اسکو پانچ روپیہ جرمانہ کیا جاتا ہے ۔"

طاہرہ ۔ اوہنہ ۔ بڑے آئے جرمانہ کرنے والے !

بختیار ۔ دوسرا ۔ ایک دن مجھے کسی ضروری کام کی وجہ سے باہر جانا تھا تو میں نے طاہرہ سے کہا کہ وہ کھانا پندرہ منٹ پہلے تیار کرے لیکن اِس نے

دیدہ دانستہ پندرہ منٹ مقررہ وقت سے بھی بعد میں تیار کیا۔ میں نے
اسکے متعلق خفیف سی شکایت کی تو جواب ملا" کوئی آسمان سے تو
کھانا نہیں اترا تھا کہ دیکا دیکا یا تمہارے سامنے موجود ہو جاتا۔ اگر تم
مطمئن نہیں ہو تو ہوٹل میں جا کر کھا لیا کرو" اس گستاخی کے بدلے
پانچ روپے جرمانہ"

طاہرہ۔ معلوم نہیں کیا کہہ رہے ہو؟ میں۔

بختیار۔ تیسرا۔ طاہرہ نے مجھے جو ہار کنجوس رکھتی جو میں کہہ کر پکارا صرف اس
لئے کہ میں نے اسے ایک نمائشی اور کئی رنگوں والی لالٹین لینے سے
منع کر دیا تھا۔ جرمانہ پچاس روپے۔ چوتھا۔ ایک دفعہ میں شام کے
وقت ذرا دیر سے آیا تو وہ کہنے لگی" اگر آئندہ تم اتنی دیر سے آئے
تو میں گھر میں داخل نہ ہونے دونگی" جرمانہ پچاس روپے۔

طاہرہ۔ کتنا؟

بختیار۔ پچاس۔

طاہرہ۔ بہت تھوڑا ہے!

بختیار۔ پانچواں۔ اس نئی لالٹین کے لینے کی ضد میں طاہرہ نے پرانی
لالٹین کو اتار کر کہیں چھپا دیا۔ جس سے مجھے بہت پریشانی ہوئی
جرمانہ پندرہ روپے۔

طاہرہ۔ اب یہ کیس ختم بھی ہوگا یا نہیں؟

بختیار۔ جب تک تمہارا دیہ درست نہ ہوگا یہ سلسلہ جاری رہےگا۔ میں

آئندہ اپنے ساتھ اس قسم کا سلوک نہیں چاہتا۔ تمہیں خاوند کے حقوق کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

طاہرہ۔ حقوق؟

بختیار۔ ہاں!

طاہرہ۔ کس قدر مضحکہ خیز!

بختیار۔ بالکل! پانچ سال سے تمہاری تمام باتیں برداشت کر رہا ہوں۔ آخر ہر ایک چیز کی حد ہوتی ہے بلا حیل و حجت تمہاری تمام خواہشات کو پورا کرتا رہا ہوں۔ آج طبیعت پر جبر کر کے یہ رویّہ اختیار کیا ہے میں تنگ آگیا ہوں۔ اور تم نے مجھے دق کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ سُنتی ہو چھوکری؟

طاہرہ۔ یا اللہ! کیا ہم اصطبل میں بیٹھے ہیں؟ میں ایسی باتیں سُننے کا عادی نہیں ہوں۔

بختیار۔ میرے لئے تمہیں صرف تھوڑی سی تکلیف گوارا کرنا ہوگی۔ وہ یہ کہ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو اور بس۔

طاہرہ۔ خیر دیکھا جائیگا۔

بختیار۔ دیکھتے دیکھتے بہت مدت گذر گئی ہے۔ میں پھر دہراتا ہوں کہ میں اپنے صبر و تحمل کو کافی کام میں لا چکا ہوں۔ لیکن تم اپنی بداعتدالیوں سے باز نہیں آئیں۔ میں ہمیشہ درگذر کرتا رہا ہوں۔ صرف اس اُمید پر کہ تم اب بھی سنبھل جاؤ گی۔ لیکن میرا خیال بے بنیاد تھا۔ تم میں ذرا بھر بھی کمی

واقع نہیں ہوئی۔ میں نے ہیں کئی قسم کے افسانے اور نظمیں بھی پڑھ کر سنائیں۔ لیکن تم پر کسی بات کا اثر نہ ہوا۔ اور تم اپنی ہٹ دھرمی، ضد اور بغاوت سے کبھی بھی باز نہ رہ سکیں۔ تمہیں یاد ہو گا ایکدن میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور میں نے اپنا ہاتھ اس طرح چلایا جیسے گھاٹ پر دھوبی کا ہاتھ چلتا ہے لیکن سب بے سود تھا۔

طاہرہ۔ کس قدر فخریہ لہجے میں بیان کر رہے ہو۔ بزدل! وحشی! حیوان!

بختیار۔ ہاں واقعی یہ بات میرے لئے قابل فخر ہے۔ کیونکہ اس دن کے بعد تمہارے دماغ کی حالت تھوڑی سی درست ہو گئی۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ تم پر کسی قسم کی سختی کروں۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ جوتے کا استعمال تم کو راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اب یہ طریقہ سوچا ہے میں بزدل وحشی اور حیوان نہیں ہوں۔ ایک کمبختی کا مارا مصنف۔

طاہرہ۔ جس میں کسی قسم کی قابلیت موجود نہیں!

بختیار۔ قابلیت جائے جہنم میں۔ میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ گھر میں مجھے اطمینان قلب حاصل ہو سکے۔ تمہیں یاد ہے میں اسی باعث گھر کے فرنیچر کے لئے موت کا فرشتہ ثابت ہوا تھا۔

طاہرہ۔ تم بڑے چالباز ہو!

بختیار۔ میں اس دن بہت خوش ہوا تھا۔ جبکہ میں تمہاری وجہ سے غصے میں بھرا ہوا اپنے کمرے میں گیا اور بڑے شیشے پر سٹول ٹیک کر اسے چکنا چور کر دیا۔ تمہارا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اور تمہاری اس اچانک حیرت کی وجہ سے مجھے بہت

مسرت حاصل ہوئی اور ایک مہینے کی مدت میں میں نے دو کرسیاں، شیشے کا بڑا امرتبان، تمہارا ڈربا، ایک لمپ، ایک گھڑی، ایک صابن دان تمہارے چچا کی تصویر جو ہماری نشست گاہ کیلئے باعث فخر تھی اور اسی قسم کی کئی چیزوں کا صفایا کر دیا۔ میں گھر میں اطمینان رائج کرنے کیلئے یہی چیزیں بھینٹ چڑھا سکا۔ اس میں شک نہیں، ان چیزوں کو دوبارہ خریدتے وقت میرے دل کو کافی قلق ہوا۔ میں کہیں دور بھاگ جانا چاہتا تھا، لیکن کہاں جاتا۔ میرے جیسے آدمی کو ہوٹل کی تنہائی بھی کھانے کو دوڑتی ہے۔ میں مایوس ہو چلا تھا کہ خدا نے میرے دماغ کو یہ تجویز سجھا دی کہ تم اپنی لغزشوں کی قیمت اپنی جیب سے ادا کیا کرو۔ اور میرے خیال میں یہ حربہ کارگر ہو گا۔ اور میں اس پر کافی مدت تک کاربند ہوں گا۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ جب کبھی تمہارا مزاج بگڑ جائے گا، میں تمہیں کچھ نہ کہوں گا۔ تم غصہ اور عتاب میں جی بھر کر گالیاں دے لیا کرو، میں اف بھی نہ کروں گا۔ اپنی پست ذہنیت کو جس قدر تم سے ہو سکے پھیلاتی جاؤ میں منع نہیں کروں گا۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ صرف اپنی ڈائری میں درج کرتا جاؤں گا۔ اور یکم تاریخ کو تم پر جرمانہ عائد کر کے باقی رقم تمہارے حوالے کر دیا کروں گا۔ تمہارا رونا پیٹنا، سر گھونٹنا، ہمسایوں کو اکٹھا کرنا مجھ پر کچھ اثر نہ کرے گا۔ میرا تمہارا حساب صرف یکم تاریخ کو بے باق ہو جایا کریگا۔ اور بس۔ تمہارے دل کے جھگڑوں، تنازعوں نے دماغ چاٹ لیا ہے۔ اب مجھ میں طاقت نہیں رہی۔ لاکھ تدبیریں کیں لیکن ایک بھی کارگر

نہ ہوئی۔ تمہیں زد و کوب بھی کیا، منت خوشامد بھی کی، چکنی چپڑی باتیں بھی کیں، ڈرایا دھمکایا بھی لیکن سب بے سُود ——! جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ چکا۔ اب تمہارا یہاں ٹھہرنا فضول ہے۔ مجھے اپنا افسانہ مکمل کرنے دو۔ اس میں شک نہیں میں چاہتا ہوں کہ تم ہر وقت میرے سامنے بیٹھی رہو۔ لیکن ایڈیٹر سے وعدہ کر چکا ہوں۔ اور یہ افسانہ کل تک اس کے دفتر میں پہنچ جانا چاہیئے۔

طاہرہ۔ غالباً آپ کو اور بھی کچھ کہنا ہوگا۔

بختیار۔ بس! مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔

طاہرہ۔ شکر ہے —— تو لائیے باقی ایک سو پچیس۔

بختیار۔ ایک پیسہ بھی نہیں ملیگا۔

طاہرہ۔ کیا ٹھیک کہہ رہے ہو؟

بختیار۔ بالکل۔

طاہرہ۔ قطعی۔؟

بختیار۔ ہاں۔

طاہرہ۔ یہ یاد رہے کہ گھر کے اخراجات بہت ہیں۔

بختیار۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔

طاہرہ۔ خورد و نوش کے علاوہ اور بھی بہت سے اخراجات ہیں۔

بختیار۔ میں کب کہتا ہوں کہ نہیں ہیں ——!

طاہرہ۔ میں آپکو آگاہ کئے دیتی ہوں کہ ایک سو پچیس روپے زیادہ دن نہیں

تک جیبیں گے ۔

بختیار ۔ اچھا ! تھوڑے دنوں تک ہی سہی ۔

طاہرہ ۔ آپ کی مرضی ۔ سوکھی روٹی اور دال لاکر سامنے رکھ دیا کروں گی ۔

بختیار ۔ یہ تمہاری پر منحصر ہے ۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی بُرا کھانا کھائے ۔ دستر خوان دبی رہے ۔ اگر تم نے میرے سامنے کبھی سوکھی روٹی یا دال رکھی تو مجبوراً مجھے کسی شاندار ہوٹل میں جانا پڑے گا ۔ یقیناً تمہارے خرچ پر ۔ یہ کس قدر مضحکہ خیز امر ہو گا ۔ کہ ہم اپنی کشیدگی کے باعث ایک فضول سی زندگی لال ٹین لینے کے بدلے سوکھی روٹی اور دال پر اُتر آئیں ۔

طاہرہ ۔ بس ! آپ کو اور تو کچھ نہیں کہنا ؟

بختیار ۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے ۔

طاہرہ ۔ اچھا ! مجھے روپے دلوائیے ۔ ورنہ میں اس کھڑکی سے کود پڑوں گی ۔

بختیار ۔ اِس کھڑکی سے ؟

طاہرہ ۔ ہاں اِسی سے ۔

بختیار ۔ (جلدی سے کھڑکی کھولتا ہے) بہت اچھا ! کود پڑئیے ۔ (وقفہ) جلدی کیجئے نا !

طاہرہ ۔ (ساکت کھڑی ہے ۔ اور اپنے خاوند کی طرف حقارت سے دیکھتی ہے) قاتل ! تم تو میرے مرنے کے پیچھے سے خواہش مند ہو ۔

(بختیار کھڑکی بند کر کے واپس آتا ہے) ۔

طاہرہ ۔ اِسکے پیچھے چلتی ہے) قاتل! ظالم! قاتل!!

بختیار ۔ (اپنی ڈائری میں لکھتا ہے) یکم اکتوبر۔ طاہرہ نے خودکشی کرنے کی مجھے دھمکی دی ۔ اِس لئے ایک باکمال خاوند کے جذبات کو اُکسانے کے جُرم میں پانچ روپے جُرمانہ ۔

طاہرہ ۔ وحشی! وحشی! وحشی!!!

بختیار ۔ (لکھتا ہے) اور خودکشی نہ کرنے پر پانچ روپے مزید جُرمانہ "

طاہرہ ۔ میں خوب سمجھتی ہوں کہ تم میری موت کے خواہش مند ہو میں کافی برداشت کر چکی ہوں ۔ اب میں تمہارے پاس نہیں رہنا چاہتی ۔ میں اپنے میکے جارہی ہوں ۔

(نہایت غضب ناک ہوکر وہ کمرے سے باہر نکل جاتی ہے بختیار لکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے ۔ گویا طاہرہ کا آنا اور پھر باہر چلے جانا اس کے خیالات کو برہم نہیں کر سکا)

بختیار ۔ (لکھتے ہوئے بلند آواز سے پڑھتا ہے) "لیکن بوڑھا اسقدر اپنے خیالات میں مستغرق ہے کہ دُنیا و مافیہا کو فراموش کر چکا ہے وہ آسمان کی طرف تنفر آمیز نگاہیں ڈال کر کہتا ہے ۔ اے خدا! بے رحم خدا! اے ناانصاف خدا میری دعائیں تجھ پر ذرہ بھر بھی اثر نہ کر سکیں؟ میری یہ خواہش ہے کہ آئندہ نسلوں کے دماغوں سے تیرا نام مٹ کر رہ جائے" یہ کیا بکواس ہے ۔ (ماتھے سے پسینہ پونچھتا ہے) بالکل سر کچھ یاد ہی نہیں آتا ۔ کیا لکھ رہا ہوں (پھر لکھتا ہے) چونکہ اس نے یہ خوفناک

ملحدانہ فقرے زبان سے تو گلی میں کسی کے قدموں کی چاپ نے سکوت کو توڑا۔ معلوم نہیں کدھر سے کدھر جا رہا ہوں۔ کیا سر کھپایا ہے اس نے دبی آواز میں کہا۔ کاش وہی آرہا ہو۔ اپنے بچھڑے ہوئے دشمن کو ملکر میں کس قدر مسرور ہوں گا۔ زمین پر بٹھا کر حلق پر چھری رکھ دوں تو کیا اچھا ہو!

اُس کو نزع کی حالت میں دیکھوں اور اسکے گناہوں کا اعتراف اسکی زبان سے سنوں۔ ایک وقت ایک اجنبی گلی کے کونے سے مڑا۔ بوڑھا بھوکے شیر کی طرح اس پر جھپٹ کر گیا۔ لیکن بھاگتے وقت اسکے دماغ میں ایک چکر آیا۔ اسکی ٹانگوں میں لرزہ پیدا ہو گیا تھا وہ ایک خوفناک چیخ کے ساتھ دھڑام سے زمین پر آگرا ۔۔۔ وہ مر چکا تھا۔"

دیکھوں تو سہی کتنی سطریں ہو گئی ہیں۔ شاید بتیس تو ہو چکی ہوں گی۔ (سطریں گنتا ہے۔ تو اس وقت طاہرہ داخل ہوتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں سوٹ کیس ہے۔ اور کاندھے پر ہلکا سا کمبل ہے)

طاہرہ۔ خدا حافظ۔

بختیار۔ اوہو آپ جارہی ہیں؟ اچھا خدا حافظ۔

طاہرہ۔ آپ کو مجھ سے کچھ اور تو نہیں کہنا؟

بختیار۔ نہیں۔ کیوں؟

طاہرہ۔ میرا خیال تھا کہ شاید آپ کو کچھ۔

بختیار۔ آپکا خیال غلط تھا۔

طاہرہ۔ اچھا! میں اس غلط خیال کی معافی چاہتی ہوں۔
بختیار۔ کچھ مضائقہ نہیں۔
طاہرہ۔ اِس میں شک نہیں کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے جُدا رہ کر بھی تعظیم و توقیر کر سکتے ہیں۔
بختیار۔ بے شک۔
طاہرہ۔ یہ ٹھیک ہے نا؟
بختیار۔ بالکل درست۔
طاہرہ۔ تو پھر یہ فیصلہ ہو گیا؟
بختیار۔ کیا؟
طاہرہ۔ کہ آپ کو مجھ سے اور کچھ نہیں کہنا۔
بختیار۔ بالکل کچھ نہیں۔
طاہرہ۔ اچھا! خدا حافظ۔
بختیار۔ اچھا! خدا حافظ۔
(بختیار اپنی جگہ پر بیٹھتا ہے۔ اور لکھنے کیلئے قلم ہاتھ میں لیتا ہے)
طاہرہ۔ لیکن اگر مجھے کل کوئی یہ کہتا کہ تم آج مجھے لات مار کر باہر نکال دو گے تو میں اس کی جان کھا جاتی۔
بختیار۔ لیکن میں لات مار کر باہر نہیں نکال رہا۔
طاہرہ۔ اور کیا کر رہے ہو؟
بختیار۔ صرف یہی کہ تمہیں جانے سے روک نہیں رہا۔

طاہرہ - لیکن ۔۔۔۔

بختیار - اگر تمہیں جانا ہی ہے تو بڑی خوشی سے جاؤ میں تمہیں زبردستی روک نہیں سکتا - نہ کسی چارپائی کے پائے سے باندھ کر رکھ سکتا ہوں -

طاہرہ - اس کا مطلب ہے کہ آپکو میری کچھ پرواہ نہیں -

بختیار - کیسی پرواہ ؟

طاہرہ - میرے یہاں سے چلے جانے کی -

بختیار - یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے - میں اس میں کیوں دخل دوں -

طاہرہ - ہم پانچ سال تک اکٹھے رہے ہیں آپکو مجھ سے محبت نہیں - لیکن اُنس تو کافی ہو چکا ہو گا - اگر آپ مجھے خوش کن الوداع کہدیں تو آپ کا کیا نقصان ہو گا -

بختیار - مجھے یقین ہے کہ وہاں تمہاری صحت پہلے سے بہتر ہو جائیگی اور وہاں خوش و خرم رہو گی - افسوس میرے مکان میں تمہیں مسرت نہ ملسکی میں نے تمہیں زود و کوب بھی کیا جسکے لئے میں معافی چاہتا ہوں - میں دیوانہ وار حرکتیں کیوں کیا کرتا تھا ؟ اسکا جواب یہی ہے کہ تم نے مجھے دیوانگی کی حد تک پہنچا دیا تھا - تمہیں بیٹے سے جو مجھے صدمہ ہوا تھا اس کا میں ذکر نہیں کرنا چاہتا - گئی گذری باتوں پر خاک ڈالو - لیکن میں اتنا جتائے بغیر نہیں رہوں گا کہ میں ہمیشہ باوفا خاوند رہا ہوں - تمہاری ستم رانیوں اور تلون مزاجیوں کو خون کا گھونٹ پی کر برداشت کرتا رہا ہوں - دن میں چودہ چودہ گھنٹے بھی کام کیا ہے اور اپنے افسانے

فروخت کر کے تمہیں خوش رکھنے کی جدوجہد بھی کی ہے ۔ ہمیشہ سے میری یہی خواہش رہی ہے کہ تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو ۔ اچھا مکان لے کر دیا ۔ اچھے اچھے لباس خرید لایا کرتا جس سے تمہارے حسن میں افزونی ہو تم بگڑتی میں ہنس دیتا ۔ تم روٹھتی تو میں تمہیں منانے کی کوشش کرتا قصہ مختصر تمہیں خوش کرنے کیلئے میں اپنی انتہائی طاقت صرف کر چکا ہوں ۔ لیکن تمہیں اس بات کا کبھی احساس تک نہیں ہوا ۔ عورت اس بات کی شکر گزار تو نہیں ہوتی جو اس کے لئے کی جائے ۔ البتہ اس کی شکایت ضرور کرتی ہے ۔ جو اس کے لئے نہ کی جائے ۔

طاہرہ ۔ بہرحال جاتی دفعہ میرا منہ تو چوم لو ۔

بختیار ۔ ہاں ! اس میں کیا حرج ہے ۔ اگر تمہاری یہی خواہش ہے ۔

(بے اعتنائی سے منہ چوم کر واپس آ بیٹھتا ہے)

طاہرہ ۔ خدا حافظ ۔

بختیار ۔ خدا حافظ ۔

(طاہرہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی دروازے سے باہر نکلتی ہے لیکن معاً واپس آتی ہے ۔ اور سوٹ کیس زمین پر رکھ کر بختیار کے پاس کھڑی ہو جاتی ہے ۔)

طاہرہ ۔ وہ ایک سو پچیس روپے مجھے دے دو ۔

بختیار ۔ (نرمی سے) نہیں !

طاہرہ ۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی ۔

بختیار۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نہیں دے سکتا۔

طاہرہ۔ کیوں؟

بختیار۔ کیونکہ پہلے میں واقعی اتنا رقیق القلب تھا کہ تمہیں معاف کر دیا کرتا تھا۔ لیکن اب میں تمہیں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔ جانی نقصان اُٹھانے کے بعد تم ایسی عورتوں کیلئے میں نے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ یا تو تم ہم ایسے مردوں پر پوری حکومت کر دیا ہم تمہیں اپنے انگوٹھے کے تلے رکھیں۔ یہ بیچ میں لٹکے رہنا، کبھی معاف کرنا کبھی غصے ہو جانا بہت فضول باتیں ہیں (طاہرہ بولنا چاہتی ہے) زیادہ اصرار کرنے سے مجھ پر اثر نہ ہوگا میرا وقت بھی ضائع کرو گی۔ اور اپنا بھی۔ اپنے میکے جاؤ اور وہاں خوش و خرم رہو۔ یہاں رہ کر تو تمہارا جی ہلاک ہوتا تھا۔ وہاں جانا تمہارے لئے بہت بہتر ہوگا۔

طاہرہ۔ (ملتجیانہ) از راہ عنایت وہ ایک سو پچیس روپے مجھے دے دیں۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گی۔

بختیار۔ تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

طاہرہ۔ ذرا سُنیئے تو۔

بختیار۔ میں کچھ نہیں سُننا چاہتا۔ اُف!

طاہرہ۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں ایک سو پچیس روپے آپ کو واپس دے دوں گی۔ آج مجھے دیدیجئے۔ مجھے سخت ضرورت ہے۔ خدا کے واسطے آج مجھے دے دیجئے۔ ان کے بغیر میں ایک کوڑی کی بھی نہ رہونگی

بختیار۔ (طاہرہ کی التجا سے حیران ہوکر) کیوں؟ تم سے کون سا فعل سرزد ہو گیا ہے؟ کون سی مزیت پیش آ گئی ہے؟ (طاہرہ کی خاموشی میں اعتراف جرم کا احساس پایا جاتا ہے) ہوں! وہ کیا بات ہے؟

طاہرہ۔ آپ مجھ سے لڑیں گے تو نہیں؟

بختیار۔ نہیں۔

طاہرہ۔ ایک نے ایک پرونوٹ لکھ کر دیا ہے۔

بختیار۔ (حیران ہوکر) پرونوٹ۔

طاہرہ۔ ہاں۔

بختیار۔ زیادہ حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ تم پرونوٹ پر کیسے دستخط کر سکتی ہو یہ خلاف قانون ہے۔ اگر تم نے کئے بھی ہیں تو وہ لوگ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

طاہرہ۔ معاف کرنا میں نے آپ کے دستخط کئے تھے۔!

بختیار۔ اس قدر دیدہ دلیری؟ جعلسازی!

طاہرہ۔ اس وقت میرا یہ خیال تھا کہ ہم تم دونوں ایک ہیں۔

بختیار (چند لمحوں کے لئے خاموش ہو جاتا ہے۔ اور طاہرہ سے یہ الفاظ سن کر اثر ہوتے ہیں۔ اور اس کی طرف تحسین بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے) کتنا روپیہ تھا؟

طاہرہ۔ ایک سو پچیس۔

بختیار۔ شاباش! کوئی چیز خریدی ہوگی؟

طاہرہ - ہاں -

بختیار - ایسی چیز جس کے بغیر تمہاری زندگی محال تھی -

طاہرہ - ممکن ہے ایسا ہی ہو -

بختیار - وہی کئی رنگوں والی لالٹین ہو گی -

طاہرہ - ہاں، وہی -

بختیار - کیا بچوں کی سی حرکت ہے (اس کا لہجہ کرخت ہو رہا ہے اور چہرے سے غصے کے آثار نمایاں ہیں) وہ آرٹ کا نمونہ تم نے کہاں چھپا رکھا ہے؟ جاؤ جلدی لے کر آؤ تاکہ اسے دیکھ کر میری آنکھیں ذرا خیرہ ہو جائیں (طاہرہ حرکت نہیں کرتی) جاؤ بھی! فوراً یہاں لے آؤ! کیا کہا؟ نہیں (طاہرہ سر ہلاتی ہے) میری طرف تو دیکھو، کیا کہا! اسے توڑ دیا ہے؟

طاہرہ - نہیں! یہ میرا قصور نہ تھا۔ وہ دکان میں شیشے کی الماری میں رکھی ہوئی خوبصورت معلوم ہوتی تھی ——— ایک نایاب لالٹین - میں نے دکاندار سے کہا کہ وہ مجھے دیدے میں اپنے خاوند سے پرونوٹ لکھوا کر اسے دے دوں گی - چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس نے لالٹین کاغذ میں لپیٹ کر مجھے باندھ دی - اور میں سے کر گھر پہنچ گئی۔ یہاں آکر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ واقعی نکمی چیز تھی - ایک کھلونا (اسکی آواز بھرا گئی ہے - حلق سے رک رک کر آواز نکل رہی ہے - بختیار بے حد متانت سے سن رہا ہے) -

بختیار - بہت اچھا! اب اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے - یہ لو ایک سو پچیس

روپے ـــــ اگر آئندہ میرے دستخط کرنیکی کبھی تم نے جرأت کی تو

جیل بھجوا دوں گا۔

طاہرہ - (نوٹ لیتے ہوئے) میں آپ کی بہت ممنون ہوں۔

بختیار - (بناوٹی غصے سے) دُور ہو جا میرے پاس سے! اجل ساز!

طاہرہ - اور باقی؟

بختیار - کیا باقی؟

طاہرہ - باقی ایک سو پچیس گھر کے اخراجات کے لئے - یہ اِس لالٹین کی

قیمت ہوئی نا -؟

بختیار - بھاگ جا یہاں سے ورنہ!

طاہرہ - لیکن اگر میں اِس پرونوٹ کا روپیہ ادا نہ کروں تو آپکو کرنا ہوگا۔

بختیار - میں ـــــ میں فوراً پولیس میں اطلاع دوں گا کہ وہ میرے

دستخط نہیں ہیں -

(طاہرہ مطمئن ہو کر بختیار سے نزدیک آ جاتی ہے اور اسکی نگاہوں

میں نگاہیں ڈالتی ہے ـــ)

طاہرہ - یہ صحیح بات ہے کہ تم بے حد اچھے خاوند ہو -!

بختیار - اِس بات کا احساس تمہیں اسی وقت ہوتا ہے جب میں ذرا آنکھیں

دکھاتا ہوں -

(طاہرہ محبت بھری نگاہوں سے اسکی طرف دیکھتی ہے - اور اپنے

بدن کو لچک دے کر اس کے گلے میں باہیں ڈال دیتی ہے -

بختیار بلا ارادہ اِسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنی طرف کھینچتا ہے۔
طاہرہ اپنا سر بختیار کے کاندھے پر رکھ دیتی ہے)

بختیار۔ (سر کو تھپکاتے ہوئے) یہ سر عقل اور شعور نہ رکھنے کے باوجود کس قدر خوبصورت ہے۔

طاہرہ۔ کسی وقت تم کیسی بے نظیر کہاوتیں استعمال کرتے ہو۔

بختیار۔ ہاں! ہاں!! ایسے موقع پر۔

(طاہرہ کمرے سے باہر نکل جاتی ہے۔ اور بختیار مایوسی سے سر کو ہلاتا ہے)

بختیار۔ خدا میری مدد کرے۔

(واپس اپنی میز پہ آتا ہے۔ اور سطریں گنتا ہے)

بختیار۔ دو سو چہتر۔۔۔ دو سو پچھتر۔۔۔ چھتر۔۔۔ ستر۔۔۔ دو سو اٹھتر۔۔۔ بالکل ٹھیک پوری ہو گئیں۔ (افسانے کے نیچے لکھتا ہے) (باقی آئندہ)

دیرینہ دوست

یہ ڈرامہ فرانس کے مشہور ادیب ایڈمنڈ سی کی تصنیف ہے ایڈمنڈ ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوا۔ وہ ایک عظیم الشان صاحب طرز انشا پرداز تھا۔ وہ مشہور افسانہ نگار، مقالہ نویس، نقاد اور ڈرامہ نگار بھی تھا ادب کے ہر شعبے میں وہ ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اور اس کی تحریریں جدت اور معانی کا نمونہ تھا۔ اس نے مندرجہ ذیل ناول لکھے۔ "دو ناٹر کی محبت"۔ "وہ اعتماد" اور "ایک گمنام خط"۔ اس کے ڈراموں میں سے "ظالم" "ناعاقبت اندیش" اور "بے ڈھب" مشہور ہیں دیرینہ دوست سب سے پہلے دسمبر ۱۹۲۱ء میں پیرس کی اسٹیج پر دکھایا گیا۔

اشخاص۔ خواجہ بدرالدجیٰ . . . . وزارت عظمیٰ کا انڈر سیکریٹری

نعیم . . . . . اس کا سیکریٹری

امتیاز . . . . . اس کا دیرینہ دوست

شرفو . . . . . اس کا دیرینہ خادم

بیگم بدرالدجیٰ . . .

منظر۔ خواجہ بدرالدجیٰ کی کوٹھی کا دارالمطالعہ۔ کمرے کے ساز و سامان سے

امیرانہ ٹھاٹھ ظاہر ہے۔ دروزوں اور کھڑکیوں کے سامنے بے حد خوبصورت پردے آویزاں ہیں۔ ایک کتاب دان بھی رکھا ہے جسمیں مختلف قسم کی کتابیں چُنی ہوئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں کو پڑھا کبھی نہیں گیا۔ البتہ صاف ضرور کی جاتی ہیں۔ کمرے کے وسط میں لکھنے کا ایک میز قرینے سے رکھا ہوا ہے۔ انگیٹھی پر بیگم بدرالدین کی تصویر پیتل کے چوکھٹے میں لگی رکھی ہے۔ میز پر خواجہ بدرالدین لکھنے میں مصروف ہے۔ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آتی ہے۔

خواجہ۔ اندر آجاؤ۔ (نعیم داخل ہوتا ہے) نعیم تم آگئے۔

نعیم۔ السلام علیکم۔

خواجہ۔ وعلیکم السلام۔ دفتر گئے تھے؟

نعیم۔ جی ہاں مسٹر سیف الدین مجھے وہاں مل گئے تھے۔

خواجہ۔ تم نے اُسے کیا کہا؟

نعیم۔ یہ کہ جمعہ کے دن جناب کو وجع المفاصل کا حملہ ہوا اسلئے ہفتہ کے دن آپ دفتر جانے کے قابل نہ تھے۔ سوموار کو اُمید تھی کہ آپ باہر جاسکیں گے۔ لیکن ڈاکٹر نے اس روز حرکت کرنے سے بالکل منع کردیا۔ اور اب یہ بھی ممکن ہے کہ اس تمام ہفتے میں آپ دفتر تشریف نہ لے جاسکیں گے۔ اور اس لئے اُمید ہے کہ آپ کی غیر حاضری میں مسٹر سیف الدین آپ کے کام کی دیکھ بھال کرلیں گے۔

خواجہ۔ اس نے کیا کہا۔؟

نعیم۔ انہوں نے کہا تھا کہ آپ کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ اور وہ دست بدعا ہیں کہ خدا آپ کو جلد صحت یاب کرے۔

خواجہ۔ بڑی عنایت۔

نعیم۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آج آپ روبصحت ہیں۔

خواجہ۔ ہاں آج میں پہلے سے اچھا ہوں۔ لیکن میری بائیں ٹانگ... اُف ... میرا خیال ہے کہ اسپرین کی دو ٹکیاں کھالوں.. اُف... کوئی اور تو نہیں ملا تھا۔؟

نعیم۔ نہیں جناب۔

خواجہ۔ وزیر اعظم؟

نعیم۔ وہ ابھی تک دفتر نہیں پہنچے تھے۔

خواجہ۔ کیا وقت تھا؟

نعیم۔ گیارہ بج چکے تھے۔

خواجہ۔ ہاں گیارہ بجے تو وزیر اعظم کے لیے بہت سویرا ہوتا ہے۔ میری ڈاک لائیے۔

نعیم۔ ہاں جناب۔ یہ رہے آپ کے خطوط۔

خواجہ۔ (خطوط پر سے صرف پتے پڑھنا شروع کرتا ہے) جناب انڈر سیکرٹری ... جناب خان بہادر دولت ما آب انڈر سیکرٹری ... حضور پُرنور ... آنریبل وزیر ... یہ خط میرا نہیں ہے (نعیم ذرا حیران ہو جاتا ہے۔ خواجہ صاحب خط اسکی طرف بڑھا دیتے ہیں) دیکھو۔

نعیم (پرچہ دیکھ کر خط واپس کر دیتا ہے) یہ جناب ہی کا ہے۔

خواجہ۔ (پرچہ پڑھتے ہوئے) آنریبل وزیر خواجہ بدرالدجی صاحب خان بہادر کوئی شخص غلطی سے لکھ لکھ گیا ہے۔ کوئی بیچارہ کم علم آدمی ہوگا۔

نعیم۔ جناب ممکن ہے اس نے پیشین گوئی کی ہو؟

خواجہ۔ (معنی خیز مسکراہٹ سے) نعیم تم مجھے بہلا رہے ہو۔ ان چیتھڑوں کو کھولو اور اس چٹھی (اس چٹھی کی طرف اشارہ کر کے جس پر آنریبل وزیر لکھا گیا تھا) کو سب سے پہلے پڑھو۔

نعیم۔ (لفافہ کھول کر پڑھتا ہے) حضور پر نور جناب آپ منبع فیض و خواجہ خواجگان جناب خواجہ بدرالدجی صاحب آنریبل منسٹر الوزرا و امیر الامرا و خواجہ صاحب سیر القاب اس مسکراتے ہیں) حضور عالی! پچھلی ملاقات میں جب میں خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو بندہ نواز نے وعدہ فرمایا تھا کہ شہر کے تمباکو کے لائسنس میں آپ میری اعانت فرمائیں گے اور۔۔۔

(نعیم خط پڑھنا بند کر دیتا ہے اور کہتا ہے) حضور! یہ تو وہی بوڑھا امام دین ہے، جس نے پہلے بھی درخواست دی تھی اور آپ نے حکم دیا تھا۔ کہ اس کے کاغذات داخل دفتر کر دئے جائیں۔

خواجہ۔ کیا میں نے واقعی ایسا ہی کہا تھا؟

نعیم۔ جی ہاں۔

خواجہ۔ لیکن یہ تو بہت اچھا انسان معلوم ہوتا ہے۔ اس کی یہ درخواست میرے پاس ہی رہنے دو۔ میں وزیر سے خود ملوں گا۔ اور اس شخص کی پرزور

سفارش کردوں گا۔ ایسے آدمیوں کی سفارش تو بالکل جائز ہوتی ہے۔ نہیں؟

نعیم۔ جناب بالکل جائز۔

خواجہ۔ دوسرا خط کھولو۔ مجھے دیدو۔ (وہ ایک خط کھولکر پڑھنا شروع کرتا ہے) جناب انڈر سیکریٹری صاحب بہادر۔ میں جناب کی توجہ اس امر کیطرف مبذول کرتا ہوں .... (دوسرے کمرے میں شور و غل ہوتا ہے) یہ شور کیا ہے؟

نعیم۔ حضور! یہ شور تو .....

خواجہ۔ میرے صاحبزادے کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ اور بیگم صاحبہ کی بدمعاش باز نہیں آتا۔ میں کب تک یہ برداشت کروں!

(گھنٹی بجاتا ہے اور شرفو داخل ہوتا ہے۔

خواجہ۔ یہ شور کیسا ہے؟

شرفو۔ حضور! مجھے تو معلوم نہیں۔

خواجہ۔ تو جاکر معلوم کرو۔ بیگم صاحبہ سے کہو کہ وہ صاحبزادے کو خاموش کریں۔ اچھا تم نہ کہو۔ بیگم صاحبہ ہی کو ادھر بھیج دو۔

شرفو۔ بہت اچھا حضور۔ (باہر چلا جاتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے خاموشی اور پھر شور بلند ہوتا ہے)

خواجہ۔ سنو! اس شور و غوغا میں کوئی خاک کام کرے۔

نعیم۔ آخر بچے بچے ہی ہوتے ہیں۔

خواجہ۔ اوہنہ لیکن میرے بچے سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ میں نے ہی

اسے خراب کیا ہے۔ اور مجھ سے بڑھ کر اس کی ماں نے۔

نعیم۔ جناب! ابھی تو وہ بچہ ہی ہے۔

خواجہ۔ اور اس کی ماں بھی ہر روز مجھے یہی کہا کرتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ آج سے پچاس سال بعد بھی یہی کہے گی ابھی تو وہ بچہ ہی ہے وہ بچہ صاحب سات برس کے ہو چکے ہیں اور اسکی شرارت اور ضد کا یہ حال ہے کہ توبہ ہی بھلی۔ پندرہ دن سے ان کی "گورنس" بیمار ہے اور اب تو اسکے مزے ہی ہو گئے ہیں۔ اور اسکے مزوں میں میری زندگی ناقابل برداشت ہو رہی ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم بچے کو انسان بنانا چاہتے ہیں۔ تو اسے اب عورتوں کے ہاتھوں سے باہر نکلنا چاہیئے جب ہی اس شخص کا جواب آتا ہے۔ میں حیران ہوں ابھی تک اسکا کوئی جواب نہیں آیا۔ تم وہ خط کب لے گئے تھے؟

نعیم۔ کونسا خط جناب؟

خواجہ۔ وہی جو کرسچین کالج میں دستی لے گئے تھے۔

نعیم۔ اوہو! پروفیسر امتیاز کے نام۔

خواجہ۔ ہاں۔ ہاں! پروفیسر امتیاز میرا دیرینہ دوست ہے بس بچے کیلئے اس سے زیادہ قابل اتالیق ہمیں میسر نہیں آسکتا۔ انسان بنا دیگا۔ انسان۔ کاش مجھے اس شخص کا پہلے ہی خیال آجاتا۔ حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ ابھی تک ہمیں اسکی طرف سے کوئی جواب نہیں موصول ہوا۔

نعیم۔ آپکو زیادہ حیران نہیں ہونا چاہیئے۔ میں دستی خط لے کر جب کالج

میں پہنچا تو مجھے وہاں سے معلوم ہوا کہ پروفیسر تقریباً آٹھ سال ہے کالج چھوڑ کر جا چکے ہیں سا ہیں ان کے موجودہ پتے کا بھی علم نہ تھا۔

خواجہ۔ تمہیں اس کا پتہ ملا؟

نعیم۔ دو دن کی کوشش کے بعد۔

خواجہ۔ پھر ———— ؟

نعیم۔ غالباً پروفیسر صاحب کہیں باہر چلے گئے ہیں۔

خواجہ۔ خیر۔ جس وقت اسے خط ملا وہ بھاگ کر یہاں آئیگا میرا پرانا دوست مجھے دیکھ کر کس قدر خوش ہوگا؟

نعیم۔ بے شک ——!

خواجہ۔ خلاف توقع مجھے اس حالت میں دیکھ کر حیران رہ جائیگا۔

نعیم۔ غالباً آپ کو اس سے ملے بہت عرصہ ہو گیا ہے؟

خواجہ۔ دراصل تو میں اسے کالج کے زمانہ کے بعد نہیں ملا۔ ہم دونوں لاکالج میں اکٹھے پڑھتے تھے۔ ہر روز شام کے وقت ایک کیفے میں اکٹھے بیٹھ کر چاء پیا کرتے تھے۔ کھانا بھی ہمیشہ ایک ہی کمرے میں کھاتے تھے۔ ان دنوں ہم امیر نہ تھے اور نہ کوئی ہماری ٹھاٹھ تھی۔ ہم بڑے مزے سے کام کیا کرتے تھے۔ ہم اسلیے محنت نہیں کرتے تھے کہ ہم امتحان میں کامیاب ہو جائیں بلکہ اسلیے کہ ہم محنت کرنے میں لطف اُٹھاتے تھے اور سُنو! ہم اس وقت شعر بھی کہا کرتے تھے۔ اور لطف یہ کہ میری ایک کتاب بھی شائع ہوئی۔ کیا نام تھا اسکا؟ اوہ "طوفانی لہریں" یہ میرے شعروں کا

مجموعہ تھا۔ تم نے پہلے یہ نام نہیں سُنا؟ عجیب نام تھا اسکا۔ اگر آج میرے رفقائے کار اِسے دیکھیں تو خدا جانے کیا کہیں۔ میں اور امتیاز دونوں بھائی بھائی تھے۔ ہم نے امتحان پاس کیا۔ اسکے بعد میں تو اپنے باپ کے پاس چلا گیا۔ کیونکہ مجھے وکالت کا پیشہ اختیار کرنا تھا۔ امتیاز نے تعلیم کی طرف توجہ دی۔ تعلیمات میں وہ خاص دلچسپی لیا کرتا تھا۔ آج سے آٹھ برس پہلے وہ مجھے کالج کے سامنے ملا تھا۔ اسکے ساتھ بہت سے شاگرد تھے۔ اسلئے ہم زیادہ دیر تک باتیں نہ کر سکے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں اسے خط لکھ کر اپنے مکان پر دعوت دوں گا۔ لیکن اس کے بعد میں . . . . میں "

نعیم۔ میرا خیال ہے کہ جناب اِس طویل مدت کے بعد اپنے دوست سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔ اور اِن میں کوئی خاص تبدیلی بھی پیدا نہ ہوئی ہوگی۔

خواجہ۔ اِسے دیکھ کر میں حیران نہ ہونگا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ذہانت اور محنت ہمیشہ انسان کو ترقی کی طرف لے جاتی ہے۔ مگر ہر ایک شخص میری طرح نہیں ہو سکتا۔ میری بات اور ہے۔ یہ معاملہ ہی اور ہے۔ لیکن وہ تو میرا پرانا دوست ہے۔ میرا بچپن کا دوست۔ جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ میں منسٹر بن چکا ہوں تو وہ کس قدر خوش ہوگا۔ تم میرا مطلب سمجھے ہونا ـــــ ہوں۔

نعیم۔ جی ہاں ـــــ!

خواجہ۔ آہ! میں کس بے قراری سے امتیاز کا انتظار کر رہا ہوں۔ جب وہ مجھے

دیکھے گا تو کس قدر خوش ہو گا سمجھتے ہو نا؟

نعیم ۔ جی ۔ میں خوب سمجھتا ہوں ۔

خواجہ ۔ مجھے یقین ہے کہ تم سمجھ رہے ہو ۔ لیکن میری بیوی تو کچھ بھی نہیں سمجھتی جہاں تک بچے کی پرورش کا تعلق ہے وہ بے حد کمزور فطرت واقع ہوئی ہے ۔ اور یہ "گورنس" رکھ کر تو بچے کو بالکل تباہ کر دیا گیا ہے اب وہ "گورنس" کو اتنا چاہنے لگا ہے کہ کسی اور شخص کے پاس وہ بیٹھنا بھی گوارا نہیں کرتا (بیگم داخل ہوتی ہے)

بیگم ۔ آپ نے مجھے یاد کیا تھا (نعیم بیگم کو جھک کر سلام کرتا ہے نعیم سے) آپ اچھے تو ہیں؟

نعیم ۔ بیگم کی عنایات سے سبکدوش نہیں ہو سکتا ۔

بیگم ۔ (خاوند سے) میں مخل تو نہیں ہوئی؟

خواجہ ۔ تم تو نہیں، البتہ تمہارا بیٹا میرے دماغی توازن کو برباد کر رہا ہے ۔

بیگم ۔ کیا اس کی آواز یہاں تک آتی ہے؟

خواجہ ۔ آواز؟ نعیم انہیں ذرا بتاؤ کہ اسکی آواز کہاں تک جاتی ہے ۔

نعیم ۔ اوہ اس جھگڑے سے دور رہنا چاہتا ہے) اگر اجازت ہو تو میں دفتر کا تھوڑا سا کام کر لوں ۔

خواجہ ۔ ہاں تم کام کرو ۔ یہاں تو تم جو سنو گے وہ جانتے ہی ہو (اسکے ہاتھ میں کاغذ دیتا ہے) اور میری تقریر کو ذرا اچھی طرح دیکھ لو زیادہ لمبی نہ ہو جائے (نعیم باہر چلا جاتا ہے)

خواجہ ۔ جی ہاں بیگم صاحبہ میں آپ کے صاحبزادے کی آواز اتنی صاف سن
سکتا ہوں کہ دنیا کی تمام آوازیں اِس میں گم ہو جاتی ہیں ۔
بیگم ۔ مجھے بہت افسوس ہے ۔ میں اسے خاموش رکھنے کی بہت کوشش کرتی
ہوں ۔ لیکن آخر بچہ ہی ہے ۔ سمجھتا نہیں ۔ اور اِس وقت جبکہ اسکی
گورنس بھی بیمار ہے ۔ ایک ہفتہ تک " گورنس " آجائیگی ۔ اسکے بعد
آپکو کوئی تکلیف نہ ہو گی ۔
خواجہ ۔ ایک ہفتہ تک ؟
بیگم ۔ ہاں ہاں ایک ہفتے تک ۔ کیوں کیا بات ہے ؟
خواجہ ۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ اپنی " پیاری گورنس " کو چیٹھی لکھ سکتی ہیں کہ
وہ اب یہاں قدم بھی نہ رکھے ۔
بیگم ۔ کیوں ــــ ؟
خواجہ ۔ میں اب اُسے واپس نہیں لینا چاہتا ۔ اب ہمیں اسکی خدمات کی
ضرورت نہیں رہی ۔
بیگم ۔ کوئی وجہ بھی ؟
خواجہ ۔ بچے کی عمر اب اتنی ہو گئی ہے کہ ہمیں اسکی تعلیم کی طرف پوری توجہ
دینی چاہیئے ۔
بیگم ۔ وہ تو ابھی بالکل بچہ ہے ۔
خواجہ ۔ بالکل بچہ ؟ آہ اگر آج میری ماں زندہ ہوتی تو وہ کبھی مجھے بچہ نہ
سمجھتی ۔ بیگم صاحبہ ! اب وہ بچہ نہیں اسکی عمر آٹھ سال کے قریب ہونے کو

آئی ہے۔ اور اِس عمر میں تو بچے چار چار جماعتیں پاس کر لیا کرتے ہیں اور اب میرا خیال ہے کہ اِس کے لیئے کوئی مرد اتالیق تجویز کیا جائے۔

بیگم ۔ مرد ــــ ؟

خواجہ ۔ ہاں ہاں ایک مرد اور میں نے اپنا ایک دیرینہ دوست مقرر بھی کر لیا ہے۔

بیگم ۔ کیا کیا؟ میری صلاح کے بغیر۔ وہ کون ہے؟

خواجہ ۔ میرا دیرینہ دوست ۔ وہ آجکل ایک کالج کا پروفیسر ہے اختیار اسکا نام ہے۔ ہم اکٹھے پڑھا کرتے تھے۔

بیگم ۔ کیا آپ اِس سے ملے بھی ہیں یا نہیں؟

خواجہ ۔ میں اِس سے ملا تھا۔ کوئی آٹھ . . . نہیں . . . ہم اکثر ملتے رہتے ہیں ابھی ایک سال کا ذکر ہے۔ وہ مجھے کالج کے باہر مل گیا تھا۔

بیگم ۔ میرا خیال نہیں کہ وہ یہ نوکری قبول کرے گا۔

خواجہ ۔ بیگم کیا باتیں کر رہی ہو۔ وہ تو خوشی سے پھولا نہ سمائے گا کیا سمجھی ہو تم اسے ۔ وہ میرا دیرینہ دوست ہے۔

بیگم ۔ افسوس بچے کی حالت خراب ہو جائے گی۔

خواجہ ۔ کیوں؟

بیگم ۔ بچہ "گورنس" کے ساتھ بہت مانوس تھا۔ اس سے جُدا ہو کر وہ بہت مغموم ہو گا۔

خواجہ ۔ میرا دیرینہ دوست اسے بہت مسرور و شادماں دیکھے گا۔

بیگم - خیر میں بچہ کو تیار کرتی ہوں کہ وہ اِس تازہ صدمہ کو بھول جائے
(شرفو داخل ہوتا ہے)
خواجہ - کیوں - کیا بات ہے؟
شرفو - حضور! ایک آدمی آپ سے ملنے کیلئے اصرار کر رہا ہے -
خواجہ - کون ہے وہ؟
شرفو - حضور میں تو اُسے نہیں جانتا - اپنا نام بھی نہیں بتاتا اور کہتا ہے
کہ میں نے حضور سے ملاقات کا وقت مقرر کیا ہُوا ہے -
خواجہ - کون ہو سکتا ہے؟
بیگم - احتیاط سے کام لیجئے - کوئی چور ڈاکو نہ ہو -
خواجہ - بیگم تم ڈرو نہیں -
شرفو - حضور اِس کے پاس کارڈ تو نہیں تھا - کاغذ پر یہ نام لکھا ہے
(اس نے کاغذ دینا ہے)
خواجہ - (نام دیکھکر) ارے نالائق تم نے اتنی دیر انہیں کیوں باہر ٹھہرایا
انہیں جلد اندر لاؤ (شرفو باہر نکل جاتا ہے)
بیگم - کون ہے؟
خواجہ - تم بجا کو یہاں سے اندر لے جاؤ اور بچے کو تیار کرو -
بیگم - وہ اتالیق آگیا؟ میں یہاں سے نہیں جاؤنگی جب تک آپ یہ
وعدہ نہ کریں کہ آپ "گورنس" کو بھی برطرف نہیں کریں گے -
خواجہ - اچھا میں وعدہ کرتا ہوں - تم جلدی باہر جاؤ -

(بیگم باہر جاتی ہے اور امتیاز داخل ہوتا ہے۔ وہ خستہ حالت میں بے حد غریب انسان معلوم ہوتا ہے۔ اسکی ٹوپی پھٹی ہوئی اور بوسیدہ ہے۔ کوٹ کے کالر کے بخیئے بھی ادھڑ چکے ہیں اور بٹن بھی غائب ہیں وہ کالر اٹھائے ہوئے ہے۔ تاکہ قمیض کا میلا کپڑا نظر نہ آئے)

خواجہ۔ (غیر پسندیدہ جذبات کو قابو میں رکھتے ہوئے) اوہ! تم ہو امتیاز۔ بہت عرصہ کے بعد ہم ایک دوسرے سے ملے ہیں۔

امتیاز۔ ہاں کئی سال ہو گئے۔

خواجہ۔ آٹھ سال کے قریب۔ اصل میں ہم دونوں بے حد مصروف انسان ہیں اسلیئے ہم ایک دوسرے کو نہ مل سکے۔ لیکن ہم بھول نہیں سکتے دیکھا میں نے تمہیں ہمیشہ یاد رکھا۔ ادھر آکر بیٹھو۔ میں تمہیں ملکر کسقدر خوش ہوا ہوں۔ تم ویسے کے ویسے ہی ہو۔

امتیاز۔ اچھا میرا خیال تھا کہ میرے بال سفید ہو چکے ہیں۔

خواجہ۔ ہاں اب ہماری عمر بھی زیادہ ہو چکی ہے۔ مجھ میں تو کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ دوست میں ہمیشہ جوانی محسوس کرتا ہوں اور کبھی بیمار نہیں پڑتا۔ کبھی کبھی وجع مفاصل کا دورہ ہو جاتا ہے اور آجکل مجھے دورہ ہے۔ اسی لئے تو تمہیں یہاں بلوایا تھا۔

امتیاز۔ میں سردی محسوس کر رہا ہوں۔ بڑے بڑے کمروں کو پسند نہیں کرتا۔

خواجہ۔ یہ کمرے تو بے حد شاندار ہیں۔

امتیاز۔ ہوں گے۔ میں انہیں پسند نہیں کرتا

خواجہ ۔ چائے منگواؤں ۔

امتیاز ۔ چائے ؟ اگر چائے سے سخت کوئی چیز تمہارے پاس ہو تو وہ منگواؤ

خواجہ ۔ (اٹھ کر الماری کھولتا ہے اور شراب کی بوتل اور پیالے نکالتا ہے) لو
شوق کیجئے (امتیاز ایک گلاس میں شراب انڈیل کر دوسرے میں
ڈالنا چاہتا ہے) بس میں نہیں پیوں گا ۔ درد مفاصل کی وجہ سے

امتیاز ۔ اچھا تو وہ بھی میں پی لوں گا (دونوں گلاس چڑھا جاتا ہے)

خواجہ ۔ تمہیں یاد ہے ہم لوگ تمہیں شراب پینے کے لئے مجبور کیا کرتے تھے
لیکن تم اس چیز کو ہاتھ بھی نہیں لگایا کرتے تھے

امتیاز ۔ ہاں ۔ اس وقت میں جوان اور مضبوط تھا ۔ اسوقت چراغ میں
تیل ڈالنے کی ضرورت نہ تھی ۔

خواجہ ۔ اب تمہیں کیا ہوا ہے ؟

امتیاز ۔ اب تو میں خستہ حال ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوں ۔

خواجہ ۔ تمہیں اپنی احتیاط کرنی چاہیئے ۔

امتیاز ۔ احتیاط کے لئے ڈاکٹروں اور دواؤں کی ضرورت ہے ۔

خواجہ ۔ تمہاری حیثیت کا انسان سب کچھ کر سکتا ہے ۔

امتیاز ۔ حیثیت ---؟

خواجہ ۔ ہاں ایک یونیورسٹی کے پروفیسر ہو ۔

امتیاز ۔ اب میں کچھ بھی نہیں ۔ اسوقت جب تم کالج سے باہر ملے تھے تو میں
واقعی پروفیسر تھا ۔ لیکن تھوڑے دنوں بعد ہی میں بیمار اور چڑچڑا ہو گیا اور

چڑچڑے پن کی وجہ سے شرارتی لڑکوں نے مجھے تنگ کرنا شروع کیا جس سے میں چڑچڑا ہوتا گیا۔ ایک دن آگ بگولا ہو کر میں نے لڑکے کو خوب پیٹا۔ اتنا پیٹا کہ وہ عمر بھر یاد ہی کرے گا وہ لڑکا ایک ڈپٹی کمشنر کا تھا اس پر خوب لے دے ہوئی۔ بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ میں اس ڈپٹی کمشنر سے معافی طلب کروں۔ میں نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر مجھے کالج سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اس وقت میری جیب میں ایک پیسہ بھی نہ تھا۔

خواجہ۔ میرا خیال تھا کہ تمہارا باپ ——،

امتیاز۔ میں اپنے باپ سے قطع تعلق کر چکا تھا۔ کیونکہ میں نے ایک ایسی لڑکی سے شادی کی . . .

خواجہ۔ تم شادی بھی کر چکے ہو۔ مبارک مبارک۔

امتیاز۔ میں نے ایک ایسی لڑکی سے شادی کی جو ہم میں سے نہ تھی! اس سے میرا خاندان میرا مخالف ہو گیا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میری بیوی کون تھی وہی ہاں زرینہ۔

خواجہ۔ زرینہ؟

امتیاز۔ وہی زرینہ جس کو میں طالب علمی کے زمانہ میں ملا کرتا تھا۔ میں اُسے چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ میں نے تھوڑا سا روپیہ ایک شخص سے قرض لیا۔ اپنے لئے ایک چھوٹا سا گھر بنایا۔ اس کے بعد میں اپنی تعلیمی ڈگریوں کی وجہ سے اتالیق مقرر ہوا۔ ان دنوں میں ایک بچے کا باپ بھی بن گیا۔ پانچ چھ سال کے بعد ہم پر مصیبت نازل ہوئی۔ میرا ننھا کھیلتا

کھیلتا لقمۂ اجل بن گیا۔ اور بیوی بیٹے کے غم میں دیوانی ہو گئی۔
خواجہ۔ اُف! کس قدر دردناک!
امتیاز۔ میری بیوی کی حالت عجیب ہو گئی۔ وہ اکثر باہر رہنے لگی۔ اپنے بیٹے کے غم میں اس کی زندگی تباہ ہو گئی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر میں اسے پہاڑ پر لے جا سکوں تو اس کی جان بچ سکتی ہے۔ اس کے بعد میں اسے پہاڑ پر لے گیا۔ اور میں نے اسے وہاں کس طرح رکھا۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے جو تکلیفیں میں نے برداشت کیں، اسکا تم اندازہ نہیں کر سکتے ایک دفعہ میں نے وہاں قلی کا کام بھی کیا۔ مگر ان تمام مصیبتوں کے باوجود شاعر تھا۔ اور شعر لکھتا رہا۔
خواجہ۔ تم اب بھی شعر لکھتے ہو؟
امتیاز۔ شعر کہنا میری زندگی کا مقصد ہے۔ میں شاعر پیدا ہوا ہوں اور شاعر ہی مروں گا۔ میں نے اشعار کے ذخیرے کے دفتر لکھ دیئے ہیں۔ ایک نظم "روح کی نجات" جب میں نے لکھی۔ تو دنیائے شاعری میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ اور اسی بنا پر مجھے ایک رسالے کا ایڈیٹر بنا دیا گیا۔ آج کل میں وہاں کام کرتا ہوں۔ تمہارا کیا حال ہے؟
خواجہ۔ میرا حال؟ تم دیکھ ہی رہے ہو۔
امتیاز۔ تمہیں دیکھ کر میری روح کو صدمہ ہو رہا ہے۔
خواجہ۔ صدمہ ——؟
امتیاز۔ معلوم ہوتا ہے۔ تم کس مصیبت میں پھنسے ہوئے ہو۔

خواجہ ۔ میری اور معیت ؟ میں بہت اچھے حال میں ہوں دوست ۔

امتیاز ۔ ہاں ! انسان اکیلا ہی اچھا ہوتا ہے ۔

خواجہ ۔ میں اکیلا نہیں ۔ میری بیوی بھی ہے ۔

امتیاز ۔ اُف ۔ تم نے شادی کر لی تھی ۔ کس سے ؟

خواجہ ۔ وہ نہایت اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی ہے ۔ اور مشہور معروف رؤف کی بیٹی ہے ۔ تم نے نام سُنا ہوگا ؟

امتیاز ۔ پہلی دفعہ تم سے سنا ہے ۔

خواجہ ۔ نہیں وہ تو دُنیا بھر میں مشہور ہے !

امتیاز ۔ وہی تو نہیں بڑی بڑی مونچھوں والا ، بیوقوف سا انسان ، یاد ہے طالب علمی کے زمانہ میں ہم اس کا کتنا مذاق اڑایا کرتے تھے ۔ ؟

خواجہ ۔ تم غلط کہہ رہے ہو ۔ وہ تو . . . .

امتیاز ۔ کوئی بچہ بھی ہے ؟

خواجہ ۔ ہاں ایک لڑکا ہے ۔ اور میں نے تمہیں بلایا تھا . . نہیں . . . ہاں ، میرا ایک لڑکا بھی ہے ۔ یہ رہا اُس کا فوٹو (فوٹو امتیاز کے ہاتھ میں دیتا ہے)

امتیاز ۔ تمہاری ہی طرح ہے ۔ لیکن اس کی احتیاط کرنا ۔

خواجہ ۔ ذرا ضدی اور شرارتی ہے ۔

امتیاز ۔ تصویر سے کچھ بیمار معلوم ہوتا ہے ۔ بچوں کی بیماری عجیب ہوتی ہے کھیلتے کھیلتے چل بستے ہیں ۔ احتیاط کرنا ۔

خواجہ۔ (غصے سے) میرے ہاں بہت احتیاط ہوتی ہے۔ اگر میرے جیسے صاحب اختیار انسان کے لئے تو کوئی خطرہ نہیں۔

امتیاز۔ تم صاحب اختیار بھی ہو؟

خواجہ۔ ہاں! میں فی الحال تو وزارت تنظیمی کا سیکریٹری ہوں۔ اور۔۔۔۔

امتیاز۔ تمہیں دیکھ کر میری روح کو بہت کوفت ہوتی ہے۔ تمہیں کس قدر بے معنی اور فضول شکلوں کو دیکھنا پڑتا ہوگا۔ نامعقول اور غیر دلچسپ تقریریں تیار کرنا پڑتی ہونگی۔ ضمیر کے خلاف تمہیں بہت سے کام کرنا پڑتے ہوں گے۔ تمہیں وہ پرانے وقت یاد ہیں۔ ہم لوگ کس قدر آزاد تھے۔ تم اس کام کیلئے پیدا نہ ہوئے تھے۔ تمہیں یاد ہے۔ جب ہمارے یہ ارادے تھے کہ ہم دنیا میں بڑے انسان بنیں گے۔ اور تم تو طباع انسان تھے کہ تصنیف "طوفانی لہریں" کس قدر شاندار چیز تھی۔

خواجہ۔ اس کا ذکر نہ کرو۔

امتیاز۔ کیوں؟

خواجہ۔ وہ بالکل واہیات چیز تھی۔

امتیاز۔ جو اسے واہیات کہے وہ بالکل بے سمجھ انسان ہے۔ پچھلے ہفتہ کی بات ہے کہ میں اور میری بیوی اس کتاب کو پڑھ کر دیر تک روتے رہے کتنی رات گئے تک ہم اس کتاب کو پڑھتے رہے۔ کس قدر بے نظیر ہے۔ وہ تصنیف۔ تمہارا خط ملنے پر ہی تم مجھے یاد آئے تو میں نے وہ کتاب نکالی تھی میں نے اپنی بیوی سے ذکر کیا کہ ایک اتنا بھاری شاعر زندگی میں ناکام

رہ گیا ہے۔ اور دنت کی بھیمیی زندگی میں دن گزار رہا ہے۔ میری بیوی نے
کہا کہ زندگی کی ضروریات انسان کو وہ نہیں رہنے دیتیں جو انسان در اصل
ہے۔ سارسے کاش تم زندہ رہتے۔ شاعری کیلئے زندہ رہتے ... تہلا
کوئی قصور نہیں۔ یہ زندگی ہم سب کو بے سروسامان کر دیتی ہے۔ دشراب
کا ایک جام پی کر) ہمیں ہمت اور حوصلے سے آگے بڑھنا چاہیئے۔ اب بھی
کچھ نہیں بگڑا۔ تم میرے ساتھ کام کرو۔ اور ہم دنیا میں اپنا نام چھوڑ جائینگے
... بھائی دنیا میں کچھ کام تو کرنا چاہیئے۔

خواجہ۔ لیکن میں تو ......

امتیاز۔ تم نے مجھے خط لکھا تھا ایک کام کے لئے۔ وہ کیا کام تھا؟ معلوم
نہیں تمہارا خط کہاں گیا؟ (اپنی جیبیں ٹٹولتا ہے) یہ رہا (پڑھتا ہے)
میرے پیارے امتیاز جب تمہیں یہ خط ملے تو تم فوراً مجھے میرے مکان پر ملو۔
مجھے تم سے ضروری کام ہے۔" وہ کام کیا تھا؟

خواجہ۔ کچھ بھی نہیں۔ میرا خیال تھا کہ تم ......

امتیاز۔ ہاں۔ ہاں! کہہ ڈالو نا؟

خواجہ۔ یہ کہ میں تمہیں دفتر میں ایک نوکری دلا دوں گا۔

امتیاز۔ مجھے ______؟

خواجہ۔ ہاں اِس وقت تو کوئی اسامی خالی نہیں۔ البتہ جو نہی خالی ہو گی
میں تمہیں اطلاع دوں گا۔ اپنے پرانے دوست کے لئے میں جتنا
بھی کروں کم ہے۔

امتیاز ۔ بس! یہی کام تھا؟
خواجہ ۔ ہاں ہاں! میں فی الحال صرف یہی کر سکتا ہوں ۔ اور آئندہ میں تمہارے لئے بہت کچھ کروں گا۔
امتیاز ۔ تم کلرک بنا کر مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہو؟
خواجہ ۔ دیکھو نا! بیکار رہنے سے تو ہزار درجہ بہتر ہے ۔ اور تم نہیں جانتے کہ بڑے بڑے منسٹروں کے لڑکے آج کل کلرکی کیلئے مارے مارے پھر رہے ہیں
امتیاز ۔ آہ ۔ تم نے مجھے نہ پہچانا ۔ میرا خیال تھا کہ تم مجھے اپنے پاس رکھو گے اور اپنے بیٹے کا اتالیق مقرر کر دو گے ۔ لیکن تم نے عجیب بات سنائی
خواجہ ۔ میرا لڑکا ابھی بالکل بچہ ہے
امتیاز ۔ ہاں! لیکن بچوں کو سدھانا میرا کام ہے اور میری قابلیت ، میری تمنائیں بیدار ہو جائیں گی ۔ کہ میں نے اپنے ایک دوست کے بیٹے کو اپنا بیٹا سمجھ کر ایسی تعلیم دی جو آج تک کوئی معلم نہ دے سکا ہو ۔ تم مجھے نہیں جانتے کہ میں بحیثیت اتالیق کے ایک غیر معمولی انسان ہوں ۔ اور بہت تھوڑے انسان میرے مقابلے پر ٹھہر سکتے ہیں ۔ میں وہ نہیں ہوں جو تم مجھے دیکھ رہے ہو ۔ بہر صورت میرا تو یہی ارادہ تھا ۔ مگر تم کچھ اور ہی کہہ رہے ہو ۔ اگر اسطرح ہو جاتا تو مجھے مسرت حاصل ہوتی ۔ خیر اب مجھے جانا چاہیئے
خواجہ (اطمینان کا سانس لیکر) امید ہے ہم پھر ملیں گے ۔
امتیاز ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کے بعد بھی ہم ایک دوسرے سے مل سکیں گے؟
خواجہ ۔ کیا میں نے ابھی ابھی اس بات کا ثبوت نہیں دیا؟ خط لکھ کر تمہیں بلوا بھیجا۔

اور تمہیں ملکر مجھے کمال مسرت حاصل ہوئی ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

امتیاز ۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ تم مجھے ملکر خوش ہوئے ۔ لیکن باتیں کرنے کے بعد میں تمہارے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا ۔ کہ تم مجھ سے نفرت کرنے لگے ۔

خواجہ ۔ کیا کہہ رہے ہو؟

امتیاز ۔ تم شائد نہیں جانتے کہ میں نفسیات کا ماہر ہوں اور جو کچھ کہتا ہوں، درست کہتا ہوں ۔ اور مجھ میں بڑی کمزوری یہ ہے کہ دوسرے کے منہ پر کہہ دیتا ہوں مجھے خوشامد سے نفرت ہے ۔

خواجہ ۔ لیکن مجھ پر اعتبار کرو ۔ میں ۔ ۔ ۔

امتیاز ۔ میں انسان ہی اس قسم کا ہوں ۔ میں جھوٹ نہیں بول سکتا ہیں خوشامد کرنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں ۔ (غمگین ہو کر) دوست تم نہیں جانتے کہ میں نے اپنی عادت کی وجہ سے کس قدر نقصان اٹھایا ہے ہم انسان کی صحیح قیمت پہچانتے ہیں ۔ میری بیوی نے بھی مجھے کئی دفعہ کہا ہے کہ زمانے کی ہوا کے مطابق چلوں ۔ لیکن یہ میرے بس کا روگ نہیں تم اپنی زندگی میں ناکام رہے یہ تمہارا قصور نہیں ۔ تمہاری زندگی کے عادت ہی کچھ اس قسم کے تھے میں معافی چاہتا ہوں ۔ اگر میری زبان سے کوئی ایسی بات نکل گئی ہو جس سے تمہیں دکھ پہنچا ہو ۔ ہم دونوں دیرینہ دوست ہیں ۔ اسلئے ایک دوسرے کو دھوکا نہیں دے سکتے ۔ دنیا میں اپنے مقصد حیات سے چپٹے رہنے کے سوا اور کوئی بڑی بات نہیں ۔ ۔ ۔ ہم ۔ ۔ ۔ (ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ۔

خواجہ - ایک منٹ کے لئے معافی چاہتا ہوں (ٹیلیفون سنتا ہے) ہیلو! میں ہوں
سیکریٹری . . . اوہ . . . آپ ہیں وزیر اعظم، آپ درست فرمار ہے
ہیں . . . بالکل اسی طرح ہوگا . . . میں آپ کا ہمیشہ خادم ہوں . . .
آپ تسلی رکھیں . . . میں ابھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں -
جی . . . بہت اچھا . . . (ٹیلیفون بند کرتا ہے) ہمارے وزیر اعظم تھے

(امتیاز جانے کیلئے اٹھتا ہے) کیا جا رہے ہو ؟

امتیاز - ہاں اب مجھے آپ سے اور کچھ نہیں کہنا -

خواجہ - ٹھہریئے تو . . .

امتیاز - کیا بات ہے ؟

خواجہ - کوئی خاص بات تو نہیں - میں نے آپ کو بلاوجہ تکلیف دی -

امتیاز - مجھے تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی -

خواجہ - اور تم نے جو اپنی مشکلات میرے سامنے بیان کی ہیں اس لئے میں
کچھ . . . (جیب میں ہاتھ ڈال کر) امید ہے تم قبول کروگے !!

امتیاز (ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے) آپ رہنے دیں - میں نے آپ
کچھ نہیں مانگا تھا اور میں اس مقصد کیلئے یہاں نہیں آیا تھا

خواجہ - ہم دونوں دیرینہ دوست ہیں اور میں اس حیثیت میں ہوں کہ تمہیں
دے سکوں -

امتیاز - یہ مجھے معلوم ہے - لیکن میری عزت گوارا نہیں کرتی کہ میں تم سے
ایک پیسہ بھی لوں - میں ان آدمیوں میں سے نہیں ہوں -

خواجہ ۔ (گھبرا کر) اچھا! میرا تو خیال تھا کہ (جیب سے خالی ہاتھ باہر نکالتا ہے)
تمہاری مرضی ۔ لیکن میں تمہاری ملازمت کیلئے حتی الامکان کوشش کرونگا۔
تمہیں وہ تو قبول کرنی ہوگی ۔

امتیاز ۔ (دروازے کے نزدیک پہنچکر) لیکن ایک شرط پر۔

خواجہ ۔ وہ کیا ۔ ؟

امتیاز ۔ اگر تم واقعی میری مدد کرنا چاہتے ہو تو روپے جیسی ذلیل چیز کا میرے سامنے ذکر نہ کرنا ۔ اپنی حقیقی شخصیت کو میرے سامنے ظاہر کرو اور ہو سکے تو ہمارے رسالے کے دفتر میں تشریف لائیے ۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں وہاں کوئی جگہ مل جائے۔ "طوفانی ہیرو" کے مصنف کو ہم نہیں بھول سکتے اور ہر وقت ہم اس کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہیں ۔

خواجہ ۔ یہ تمہاری خاص عنایت ہے ۔

امتیاز ۔ اس میں رتی بھر مبالغہ نہیں (باہر نکل جاتا ہے)

خواجہ ۔ (بہت پریشان سا ہو کر ادھر اُدھر ٹہلتا ہے اور گھنٹی بجاتا ہے نعیم داخل ہوتا ہے) نعیم! بہت دیر سے انتظار کر رہا ہوں ۔ تقریر کا خلاصہ تیار کر لیا ہے؟ دیکھو کتنا ضروری کام تھا لیکن یونہی... وہ شخص جو ابھی آیا تھا...

نعیم ۔ بچے کا اتالیق مسٹر امتیاز ۔

خواجہ ۔ اتالیق؟ کوئی اتالیق واتالیق نہیں ۔

نعیم ۔ میرا خیال تھا کہ آپ نے اسے مقرر کر دیا ہے ۔

خواجہ ۔ ہم نے کسی کو مقرر نہیں کیا... دیکھنا بیگم کو اس بات کا علم نہ ہو کہ وہ

یہاں پہ آیا تھا . . اور یہ شخص اگر دوبارہ آ جائے ۔ تو ، . . .

نعیم ۔ تو میں اسے باہر ہی سے رخصت کر دوں ۔

خواجہ ۔ اگر وہ آئے تو تم اُس سے مل لینا ۔ اور کام کی نوعیت معلوم کر کے خود ہی اس سے بھگت لینا اور کسی بہانے سے ٹال دینا ۔ اُف ! تم نے جو دیرینہ دوستوں کے متعلق کہا تھا وہ ٹھیک تھا ———

(پردہ)

مغنّی شہزادہ

افراد

بادشاہ . . . . وزیر

مُنی . . . . شہزادی

لزنیا . . . . شہزادی کی معلمہ

طیفنی . . . . شہزادی کی سہیلی

ڈینس . . . . شہزادہ

برنز . . . . اس کا وزیر

ان سے علاوہ سپاہی۔ محافظ۔ مرزینہ۔ ربلینا اور بہت سی نوجوان لڑکیاں
لوگوں کا مجمع وغیرہ۔

منظر:۔ محل کا پائیں باغ۔ کہیں کہیں مجسمے استادہ ہیں۔ اگر بہت سے مجسمے نہ ہوں۔ تو کوئی عیب نہیں۔ البتہ ایک خالی ستون ضرور دکھانا چاہیئے۔ جس پر مجسمہ نہ ہو۔

(بادشاہ۔ جیگو۔ اور لز نیا داخل ہوتے ہیں۔ اور باغ کی ایک نشست
کی طرف بڑھتے ہیں۔ بادشاہ بیٹھ جاتا ہے اور اپنے آپکو بیچا جھلی رہا ہے)
بادشاہ۔ مجھے کہتے ہو کہ میں آپے سے باہر نہ ہوں؟ جب پانی سر سے گذر جائے
تو کیسے اپنے آپ کو سنبھالوں؟ جیگو! تم تو ہر وقت تاریخ کی ہمہ دانی پر فخر کیا
کرتے ہو۔ ذرا بتاؤ تو سہی کسی بادشاہ پر ایسا وقت بھی پڑا ہے۔ میں تو
عجیب جنجال میں پھنس گیا ہوں!
جیگو۔ جہاں پناہ! شوخ اور دلیر شہزادیوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔
بادشاہ۔ جیگو! صرف شاہی خاندانوں میں؟ میرا قیاس ہے۔
صرف قیاس ہے
کہ نافرمان بردار اور سرکش اولاد صرف شاہی خاندانوں کے لئے
وقف نہیں ہے۔
جیگو۔ میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ شہزادی کی شگفتہ مزاجی اسکے
شاہی منصب کے لئے موزوں ہے۔
بادشاہ۔ میں یہ سوچنا نہیں چاہتا کہ میری رعایا میں سے لعض لڑکیاں ایسی
ہوں گی۔ جو اپنے والدین کی حکم عدولی کرتی ہوں گی۔ بہر صورت بادشاہ
کا کچھ اختیار تو ہے نا؟
جیگو۔ بے شک! جہاں پناہ
بادشاہ۔ اور وزراء کے فرائض بھی ہوئے جیگو۔ اس وقت تمہارا اہم فرض تو
تھا کہ تم مجھے مشورہ دیتے۔ لیکن تم خاموش ہو۔ آخر میں اس بیٹی کا

کیا کروں۔ جو شادی سے پہلے اپنے منگیتر کو دیکھنا چاہتی ہے۔

جیگو۔ ہاں! قبلۂ عالم ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہُوا۔

بادشاہ۔ ابھی ابھی تم کہہ رہے تھے کہ تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ شہزادے بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ میں خود . . . .

جیگو۔ آہ۔!

بادشاہ۔ ہاں ہاں! انہیں خوب یاد ہوگا۔ آج مجھے اپنے باپ سے ہمدردی ہے اسوقت اس نے بہت زدد —— خیر یہ تو میری کمزوری تھی نا — لڑکیوں کا معاملہ ہی علیحدہ ہے۔

لزنیا! تم نے شہزادی کو پوری طرح اپنی تحویل میں لے لیا ہے؟

لزنیا۔ ہاں عالم پناہ!

بادشاہ۔ اگر وہ ڈھب پر نہیں آتی تو یہ کس کا قصور ہے؟ کیوں نہ تمہیں اندھیری کوٹھڑی میں چوہوں کی خوراک بننے کو پھینک دیا جائے؟

لزنیا۔ حضور جان بخشی کیجیے

بادشاہ۔ تو شہزادی کو راہ راست پر لاؤ (اُٹھتے ہوئے) میں بالکل مایوس ہو چکا ہوں۔ اگر آج شام کو شادی کی رسم ادا نہ ہوئی تو تم دونوں تاریک کوٹھڑیوں میں یا بجو لال پھینک دئیے جاؤ گے۔ اطلاع آئی ہے کہ اس وقت شہزادہ یہاں سے دس میل کے فاصلے پر ہے کوئی دم میں یہاں آیا چاہتا ہے اگر اسکی آمد سے پیشتر شہزادی نے شادی کا لباس نہ پہنا اور اپنی رضامندی کا اظہار نہ کیا تو تم دونوں کو ایسا خوفناک عذاب دیکر ماروں گا کہ اسکے خیال سے

مجھے بھی تھر تھری محسوس ہو رہی ہے ۔

لزبنا ۔ عالم پناہ ! شہزادی کا ارادہ بے حد مضبوط اور تحکمانہ ہے ایسے کوئی شخص تسخیر نہ کر سکے گا ۔ وہ تو . . . .

بادشاہ ۔ خیر کچھ بھی ہو ۔ اب تو سب کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے ؟ اور کیا چاہتے ہو ؟ میں نے اپنے اختیارات تم دونوں کو دے دیئے ہیں ۔ کوئی اور بات کرو تاکہ مجھے کچھ سکون ہو ۔ جگو ! ذرا دیکھنا ۔ میرا تاج سیدھا ہے نا ؟ جب میں غضبناک ہوتا ہوں تو اکثر جگہ سے کھسک جایا کرتا ہے

جگو ۔ حضور ! آپ کا تاج ؟

بادشاہ ۔ میں تو خوشامد کو پسند نہیں کرتا ۔ اب تم کہو گے کہ یہ اپنی جگہ سے کبھی نہیں کھسکتا

جگو ۔ لیکن آپ تو ننگے سر ہیں ۔ جہاں پناہ

بادشاہ ۔ کیا کہا ؟ (اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے چھوتا ہے) جگو تمہیں خبردار کئے دیتا ہوں ۔ اور تمہیں بھی لزبنا ! تم میری پریشانی کا خراب اندازہ کر سکتے ۔ میری بدحواسی کا ۔ میں ایسے موقع پر تاج پہننا بھول گیا ہوں ؟ اُف !

(جب بادشاہ جانے لگتا ہے تو شہزادی مع اور اس کی رازدار کنیز طیفی داخل ہوتی ہے)

بادشاہ ۔ ابھی تک شادی کا لباس نہیں پہنا ؟

شہزادی ۔ شادی کا لباس شادی کے لئے ہوتا ہے ۔ میری شادی اسوقت ہو سکتی ہے ۔ جب کہ مجھے کوئی جیت لے گا ۔

بادشاہ ۔ (لزبنا سے مخاطب ہو کر) کیا تم نے شہزادی کو یہی آداب شاہی سکھلائے ہیں ؟

شہزادی - میری معلمہ نے مجھے سب کچھ سکھا دیا ہے - اسی لئے میں کہہ رہی ہوں - کہ
جب تک میں دیکھ نہ لوں، کیسے شادی کیلئے رضامند ہو سکتی ہوں ؟

بادشاہ - لیکن اسکی تصویر تو تم دیکھ ہی چکی ہو -

شہزادی - لیکن کوئی مصور بھی بادشاہ اور شہزادوں کی تصویر اتارنے میں دیانت
سے کام نہیں لیتا -

بادشاہ - اسوقت کم و بیش میری پچاس تصویریں تمہارے سامنے ہیں - ان میں
اور مجھ میں سرمو فرق نہیں - اگر ان میں کچھ فرق ہوتا تو میں مصور کی گردن
نہ کٹوا دیتا؟ میں نے آج تک کسی مصور کو پھانسی پر نہیں لٹکایا - اور یہ ان
تصاویر کے صحیح ہونے کی بین دلیل ہے -

شہزادی - خواہ کچھ بھی ہو - میں شہزادہ ڈینس کو دیکھے بغیر اپنا قول نہیں دے سکتی -

بادشاہ - میں موجودہ تہذیب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں - ہمیں اپنے
والدین پر پورا اعتماد - اور ان کی حکم عدولی کا خیال تک نہ آتا تھا خیر میں
نے تمہارا معاملہ جیگو اور زنیا کے سپرد کر دیا ہے - اگر تم اسی طرح ضد پر
قائم رہیں تو ان دونوں کو پاجولاں تاریک ترین کوٹھڑیوں میں پھینک دیا جائے
گا - جہاں تیز دانتوں والے چوہے ان کے جسموں کو نوچ نوچ کر کھائیں گے
سمجھتی ہو نا؟ (جاتے ہوئے) جیگو! آج تو سارے کام چھوٹے سے لیکر
بڑے تک الٹے ہی نظر آ رہے ہیں -

جیگو - عالم پناہ!

بادشاہ - اس ستون کی طرف دیکھو! مجسمہ کدھر ہے ؟

جگو۔ میں ابھی افسر باغات سے استفسار کرتا ہوں۔
بادشاہ۔ بڑے ذمہ دار آدمی کا نام لیا!
جگو۔ حضور کی واپسی تک مجسمہ نصب کر دیا جائے گا۔
بادشاہ۔ بہت خوب! میں تو کسی پر سختی کیا ہی نہیں کرتا۔ میں کوئی ایسا گیا گزرا تو ہوں نہیں کہ ہر ایک سے یونہی لڑتا پھروں۔ لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ شہزادہ جب ستون پر مجسمہ نہیں دیکھے گا تو وہ کیا خیال کرے گا۔ یہی ناکہ یہاں سب اُلّو ہی رہتے ہیں۔ ؟ یہ تو ایسا ہے جیسا کہ تخت بادشاہ کے بغیر ہو یا بادشاہ بغیر ۔ ۔ ۔ (اپنے سر کو چھوتا ہے اور جھنجھلاتا ہوا باہر نکل جاتا ہے۔ زنیا اور جگو خوف زدہ ہو گئے ہیں چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا ہے)
جگو۔ افسوس اس عمر میں مجھے چوہوں کی خوراک بننا ہوگا!
زنیا۔ اور میں بھی۔
شہزادی۔ تم گھبراؤ نہیں۔ ابا یونہی غصے میں ایسی باتیں کر جایا کرتے ہیں۔ لیکن پھر اپنا حکم واپس لے لیا کرتے ہیں۔
جگو۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اپنا حکم واپس لینے میں وہ بہت تاخیر سے کام لیا کرتے ہیں۔ ایکدفعہ ایک شخص کو پھانسی کا حکم دیا تھا۔ لیکن وہ حکم اسوقت واپس لیا تھا جبکہ اس بچارے کو دفن بھی کیا جا چکا تھا!
زنیا۔ ایک دفعہ ناچ گھر میں ایک نواب زادی نے بادشاہ کی طرف پیٹھ پھیر دی تھی۔ آپ نے فوراً اس کا سر مونڈنے کا حکم دیدیا۔ لیکن جب حکم واپس لیا تو حجام کا استرا اپنا کام کر چکا تھا۔

جگنو۔ اگر ہمارا آدھا جسم جو ہے کھا چکے اور اسوقت بادشاہ نے اپنا حکم واپس
لیا تو ہمارا کیا ہو گا!

شہزادی۔ طیفنی!

(طیفنی شہزادی سے نزدیک آتی ہے)

شہزادی۔ طیفنی! اگر آج میری شادی کا دن ہو تو کیا تم مجھے سوائے چرہوں
اور پھانسی کے اور کچھ نہ سناؤ گی؟

جگنو۔ شہزادی صاحبہ میں تو بہت خوش ہوں گا۔ اُف!

لزنیا۔ اور میں بھی . . .

جگنو۔ ہم بہت مسرور ہوں گے۔

شہزادی۔ تم غلط کہہ رہے ہو سنو! میں اس شہزادے کو دیکھے بغیر شادی نہ
کروں گی۔ اسلئے تم بندوبست کرو۔

لزنیا۔ لیکن تہذیب۔

شہزادی۔ ہاں! دیکھو تو۔ تہذیب یا چوہے۔

جگنو۔ اگر یہ بات ہے تو میں تہذیب کو خیرباد کہہ دوں گا۔

شہزادی۔ تو پھر کچھ کرو نا؟

جگنو۔ جیسے آپ کا حکم۔

شہزادی۔ یہ یاد رہے میں شادی کا وعدہ نہیں کرتی۔ اگر وہ اپنی تصویر کی
طرح ہوا تو ممکن ہے کروں ورنہ . . . ہر صورت میں اس سے
پہلی مرتبہ گرجے میں نہیں ملنا چاہتی۔

لزنیا۔ شہزادی! شاہی رسم و رواج ایسا ہی ہے۔
شہزادی۔ ہاں دُنیا میں ترقی اسی صورت ہو سکتی ہے جبکہ رواج کی پابندیوں کو توڑا جائے۔

جگو۔ چلو لزنیا! ہم شہزادی کیلئے کوئی نہ کوئی اہتمام کریں ایک تجویز تو میرے ذہن میں آئی ہے۔
لزنیا۔ لیکن جان جوکھوں میں ڈالنی ہوگی۔
جگو۔ اِدھر چوہے بھی تو ہیں۔
(جگو اور لزنیا چلے جاتے ہیں)

شہزادی۔ وہ دونوں دفع ہوئے رطیفنی کوئی نہ کوئی تجویز بتاؤ جس سے میں شہزادے کو دیکھ سکوں۔
طیفنی۔ ابھی وزیر کہہ رہا تھا کہ اس کے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے
شہزادی۔ وہ بچارہ تو چوہوں کے خوف سے حواس باختہ ہو رہا ہے۔ اسے کیا تجویز سوجھے گی اب مجھے ایک بات سوجھی ہے شہزادہ باغ میں ضرور آئیگا اور بادشاہ مجسمے کی نسبت بہت خفگی کا اظہار کر رہے تھے
طیفنی۔ بادشاہ سلامت وزیر کو حکم دے گئے تھے کہ مجسمہ اپنی جگہ پر پہنچا جائے
شہزادی۔ ہاں! لیکن جگو بقول چکا ہے اسکو تو اپنی جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔
طیفنی۔ اگر حکم ہو تو ابھی افسر باغات کو بلوا بھیجوں؟
شہزادی۔ رہنے دو۔ میں خود مجسمہ کی جگہ لوں گی۔

طیفنی۔ آپ ؟

شہزادی۔ ہاں! میں مجسمہ بن کر کھڑی ہو جاؤں گی۔ اور اسطرح شہزادے کو دیکھ سکوں گی۔

طیفنی۔ لیکن آپکو کافی دیر تک بت بن کر کھڑا رہنا پڑے گا۔

شہزادی۔ میں گھنٹوں اسطرح کھڑی رہ سکتی ہوں۔ بہر حال جب میری طرف کسی کی نظر نہ ہو گی۔ تو میں حرکت کر لیا کروں گی۔

طیفنی۔ لیکن آپ کا لباس ؟

شہزادی۔ اس کا بندوبست ہو جائے۔ بادشاہ کے گھر میں یونانی لباس کی کیا کمی ہے۔

طیفنی۔ لیکن آپ کا چہرہ۔

شہزادی۔ پوڈر اور غازہ سے سب کچھ ٹھیک ہو جائیگا۔ کسی بہروپ کے ماہر کو بلواؤ۔

طیفنی۔ لیکن وہ اس راز کو طشت از بام کر دے گا۔

شہزادی۔ کچھ بھی ہو تمہیں اس کا انتظام کرنا ہو گا۔

(شہزادی یہ کہہ کر باہر نکل جاتی ہے۔ اور طیفنی مایوسانہ حرکت کرتی ہوئی پیچھے جاتی ہے۔

سامنے سے جیگو اور فرینیا آتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور دونوں ایک نشست پر بیٹھ جاتے ہیں۔

جیگو۔ سوچتا ہوں کہ کونسی ترکیب ہو سکتی ہے۔۔ کیا کروں ؟ ان بادشاہوں

کی نوکری سے تو بھیک مانگ لینا بہتر ہے ۔

(وہ سوچنے میں مصروف ہو جاتا ہے ۔ لزنیا اسکی طرف حیرت سے دیکھتی ہے ،

ایک سپاہی ہاتھ میں نیزہ لیئے داخل ہوتا ہے ۔ اور جینگو کو سلام کرتا ہے جسکا کوئی جواب نہیں ملتا ۔ وہ دوبارہ سلام کرتا ہے)

لزنیا ۔ ارے بھائی ! سلام کرنیکا کیا فائدہ ۔ وزیر اعظم اس وقت گہری فکر میں ہیں ۔

سپاہی ۔ ان کے چہرے سے ہم ٹھیک سمجھا تھا ... لیکن سالارِ اعظم نے مجھے ایک پیغام دیا ہے جس کا جواب ضرور لینا ہے حضور ، حضور عالی !!

جینگو ۔ کیا بات ہے ؟

سپاہی ۔ حضور ! لوگ شاہی باغ میں داخل ہونے کیلئے متشورمچارہے ہیں ۔

جینگو ۔ ابھی سے ؟

سپاہی ۔ سالارِ اعظم کی رائے ہے کہ انہیں داخل ہونے کی اجازت دیدی جائے آپ کے حکم کا انتظار ہے ۔

جینگو ۔ خیر ۔ آج میں کسی قسم کی سختی نہیں کرنا چاہتا ۔ انہیں اندر آنے دو لیکن انہیں یہ بتلادو کہ مہربان وزیر اعظم کی خاص عنائت سے تم کو اتنی جلدی اندر آنے کی اجازت دی جارہی ہے ۔

سپاہی ۔ بہت اچھا حضور ! (سلام کرکے واپس جاتا ہے)

جینگو ۔ اور سنو ! ان کو اس طرف نہ آنے دینا ۔ تشدد سے نہیں ، بلکہ

حکمت سے (سپاہی دوبارہ سلام کر کے واپس چلا جاتا ہے)
(شہزادہ ڈینس اور اسکا وزیر برنز داخل ہوتے ہیں۔ شہزادہ ایک مغنی کا بھیس بدلے ہوئے ہے۔ لیکن اپنے جوتے بدلنا بھول گیا۔ جو چمک رہے ہیں۔
زینیار۔ لوگ اس طرف آ رہے ہیں۔
جیگو۔ ہمارے سپاہی بالکل اُلّو ہیں۔ آؤ پہلے شہزادی کو تلاش کریں لوگ ہماری پریشانی نہ دیکھیں تو اچھا ہے۔ کیوں آج تو شاہی باغ کی ہوا کھا رہے ہو!
شہزادہ۔ ہاں! ہمارے گاؤں سے یہ ہوا کسی قدر مختلف ہے۔
جیگو۔ بندۂ خدا، یہ شاہی باغ ہے (جاتے ہوئے) یہ لوگ بھی کسقدر احمق ہیں!
شہزادہ۔ برنز ہمیں وزیر اعظم نہیں پہچان سکا۔
برنز۔ ہاں۔ شہزادۂ عالم!
شہزادہ۔ دیکھو! مجھے اِسطرح مخاطب نہ کرو میں مغنی ہوں۔ لو سُنو!
(یہ کہہ کر وہ شہنائی بجاتا ہے)
شہزادہ۔ برنز! تم بے حد اچھے دوست ہو۔ دوسرے لوگ تو مجھے کہتے ہیں کہ میری شہنائی میں جادو کا اثر ہے۔ لیکن تم . . .
برنز۔ میں بھی تو کہہ چکا ہوں۔ لیکن اسوقت مجھے پریشانی کیوجہ سے کچھ نہیں سوجھتا۔ کیونکہ آپ بھیس بدلے ہوئے ہیں اور شادی سے پہلے شہزادی سے ملنے کے خواہشمند ہیں۔
شہزادہ۔ یہ کونسی عجیب بات ہے میں نے ایک مغنی کا بھیس بدلا صرف شہزادی سے ملنے کے لئے۔ لیکن اب تو میں اسقدر مسرت محسوس کر رہا ہوں

گویا میں مغنی ہی ہوں۔

پرنز۔ لیکن . . . . .

شہزادہ۔ لیکن اب میں مغنی ہوں۔ آہا۔ میں کس قدر آزاد ہوں لوگوں کی وفا کیش نظروں سے بچ گیا ہوں۔ جو ہر وقت یہی تاکتی رہتی ہیں کہ میں کوئی ایسی حرکت نہ کروں جو شاہی منصب کے خلاف ہو بالکل آزادانہ طور پر لوگوں سے ملوں گا۔ اور اپنی شہنشاہی کی آواز سے ہر ایک کو محفوظ کرونگا پہلے تو شہزادہ ہونے کے باعث لوگ میری تعریف کرتے تھے۔ آج مجھے اپنی صحیح قدر و قیمت معلوم ہوگی۔

پرنز۔ لیکن میں التجی کرتا ہوں کہ اعتدال سے نہ بڑھیئے۔

شہزادہ۔ مغنی کبھی بھی اعتدال کو پسند نہیں کرتا وہ ایسی رومانی دنیا میں رہتا ہے جہاں حُسن کی حکمرانی ہوتی ہے اور آرٹ کا قانون نافذ ہوتا ہے۔ قانون کی سخت گیری کی وجہ سے آزاد انسان مسطیع ہوتا ہے لیکن مسرت انگیز قانون انسان کو اپنے کلام سے محبت کرنا سکھاتا ہے۔۔ کیا تمہیں اس شہزادے پر ترس نہیں آتا جو شاہی فرمان کی وجہ سے یہاں آیا ہے؟ اس شہزادی سے محبت کرنے کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے۔ جسکو اس نے آج تک نہیں دیکھا جب اس سے ملوں گا تو وہ لباس فاخرہ میں ملبوس ہوگی اسوقت بھلا اس کے متعلق میں کیا اندازہ کر سکوں گا۔

پرنز۔ قدرت نے آپکو شہزادہ ہی پیدا کیا ہے۔

شہزادہ۔ اتفاقیہ شہزادہ پیدا ہو گیا ہوں ورنہ قسمت میں آدمی کچھ تھا جیساکہ

لوگ کہتے ہیں کہ میں ایک غیر معمولی مغنّی ہوں۔ آج میرے اردگرد
میرے خوشامدی نہیں ہوں گے۔ اس لئے پرکھ لوں گا کہ مجھے شہنائی بجانے
میں کس حد تک کمال ہے۔ صداقت معلوم ہو جائے گی ——

بیربر۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں —— کہ حق ہمیشہ تلخ ہوتا ہے۔

شہزادہ۔ بزدلوں کے لئے اور میرے خیال میں صرف شہزادوں کے لئے اگر میں
آرٹسٹ ہوں۔ تو مجھے حقیقت سے کبھی خطرہ محسوس نہ ہوگا۔
اگر میں کامیاب آرٹسٹ ثابت ہو گیا تو میں آرٹ کے لئے شاہی محلات
کو چھوڑ دوں گا۔ جب میں مغنّی ہو گیا تو شہزادی میرے ساتھ
شادی کرنا گوارا نہ کرے گی۔ لیکن تاروں کے سائے میں ایک مغنّی
بیٹھے پرانے جھونپڑوں میں سو رہا ہوگا۔ خانہ بدوشوں کی ایک نڈر
اور سادہ لڑکی سے وہ بیاہ کر چکا ہوگا۔ زندگی کی شاہراہ پر وہ
کس مسرت سے گامزن ہوں گے۔ کیونکہ محبت کا ان پر سایہ
ہوگا۔

بیربر۔ پھر مجھے پھانسی سامنے نظر آ رہی ہے۔

شہزادہ۔ تمہارا منصب پھانسی لگا ہی ہے۔

بیربر۔ مگر اس طرح اور ایسی معمولی بات کے لئے پھانسی پہ لٹک جانا
—— بے حد حسرت ناک موت ہوگی۔

شہزادہ۔ ہاں تمہیں مرنا نہیں چاہئیے۔ میں باقاعدہ طور پر آج
تمہیں ملازمت سے برخاست کر دیتا ہوں۔ اس بات کے
تم ذمہ دار نہ ہو گے۔ جو تمہاری وزارت کے بعد واقع ہوئی اور
اگر میں شہزادہ ہی رہا تو تمہیں اپنی جگہ پر بحال کر دوں گا۔ لیکن اس
وقت تم میرے دوست ہو۔ آورلیس!

پرنز - آپ کی ذرّہ پروری اور قدردانی کا شکریہ شہزادہ ———

شہزادہ - میرا نام پرونک ہے۔ میں ایک مغنّی ہوں اور تم میرے دوست ہو۔ کیونکہ تم نچلے درجے کے آدمیوں کو دوست رکھا کرتے ہو (شور سنائی دیتا ہے) یہ کیا ہے؟

(دو لڑکیاں مرزینہ اور سیلینا داخل ہوتی ہیں۔ وہ سپاہی کے خوف سے بھاگی ہوئی ہیں۔ جس نے انہیں نیزے سے ڈرایا ہے)

شہزادہ - آخر بات کیا ہے؟

سپاہی - تم کون ہو۔ یہ بات پوچھنے والے؟ جو شہر کا لچا لفنگا ہے۔ یہاں پر آپہنچا ہے۔ دُور ہو جاؤ۔

مرزینہ - لیکن آج شاہی باغات میں داخل ہونے کی عام اجازت ہے۔

سپاہی - وزیر اعظم کا حکم ہے کہ یہ جگہ خالی رہے۔

(وہ دوبارہ نیزہ سیدھا کرتا ہے اور پرے چلے جانے کیلئے دھمکاتا ہے)

شہزادہ - اب اچھا موقع ہے۔ میں اس کے غصّے کو ہوا کر دوں گا۔ (شہنائی بجاتا ہے۔ لڑکی سپاہی کی طرف دیکھتی ہے - جو ہنس رہا ہے)

شہزادہ - ٹھہرو بھائی! میری شہنائی میں جادو کا اثر ہے (پھر بجاتا ہے)

(سپاہی خشمگیں ہو کر اس کی طرف بڑھتا ہے۔ پرنز راستہ روکتا ہے اور اس کے ہاتھ میں سونے کا ایک سکّہ دیتا ہے۔ سپاہی سکّے کی طرف دیکھتا ہے۔ اور پرنز کو سلام کر کے چلا جاتا ہے۔ شہزادہ مایوسی سے شہنائی بند کر دیتا ہے)

شہزادہ۔ آہ! میں نے دیکھ لیا۔ تمہارا جادو چل گیا۔ دولت آخر دولت ہے وہ طلائی سکے کی وجہ سے چھوڑ کر چلا گیا۔

مرزینہ۔ لیکن آپ کی شہنائی کی آواز تو بے حد خوب ہے۔

شہزادہ۔ کیا کہا؟ کیا واقعی تم درست کہہ رہی ہو؟

(شہزادہ شہنائی بجاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے شور مچاتے ہوئے آتے ہیں۔ "بنسری والا" "شہنائی والا" "ہم سنیں گے" کوئی بڑا آدمی اس آواز کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ سارے بچے خوب ناچتے ہیں اور اسے تنگ کرتے ہیں۔ شہزادہ مغموم صورت بنائے باہر نکل جاتا ہے۔ بچے بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے جاتے ہیں۔)

(جب بچے ناچ رہے ہوتے ہیں تو طیفنی ایک دو دفعہ جھانک کر دیکھ جاتی ہے کہ میدان صاف ہے یا نہیں۔ جب سب چلے جاتے ہیں تو وہ شہزادی کو اشارہ کرتی ہے جو دور چھپ کر کھڑی ہوتی ہے۔ شہزادی یونانی دیوی کے لباس میں داخل ہوتی ہے۔ دور شہنائی کی آواز دوبارہ سنائی دیتی ہے)

شہزادی۔ سب گئے؟

طیفنی۔ ہاں! لیکن مجھے خوف ہے کہ نہ آجائیں۔

شہزادی۔ یہی تو میں چاہتی ہوں۔ میں آزاد فضا میں گھل مل جانا چاہتی ہوں۔ ہمیشہ خوشامدی اور چاپلوس انسان میرے ارد گرد رہتے ہیں آج لوگوں کے آزادانہ خیالات کو دیکھ کر میرا جی بہت مسرور ہوگا۔ اب تمہیں

چلا جانا چاہیئے۔

لطیفتی۔ مَیں آپ کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں؟

شہزادی۔ اچھا! تم پرے جھاڑی میں چھُپ کر بیٹھ رہو۔

(شہزادی ستون پر لطیفنی کی مدد سے چڑھ جاتی ہے۔ اور دیوی کی طرح کھڑی ہو جاتی ہے۔)

شہزادی۔ ایسے ٹھیک رہے گا نا؟ اب تم چلی جاؤ۔

لطیفنی۔ کوئی آ رہا ہے۔

(لطیفنی بھاگ جاتی ہے۔ شہزادہ اور دو لڑکیاں داخل ہوتی ہیں شہزادی بالکل سیدھی بے حس و حرکت کھڑی ہو جاتی ہے۔ بچے اور مرزینہ شہزادے کو خوب تنگ کرتے ہیں۔ وہ شہنائی بجاتا ہے اور بچے پھر ناچنا شروع کرتے ہیں۔ مرزینہ اس کی طرف مائل نظر آتی ہے۔ لیکن ایک سپاہی آ جاتا ہے۔ اور مرزینہ کو کھینچ کرلے جاتا ہے۔ سارے بچے بھی بھاگ جاتے ہیں۔ شہزادہ بالکل مایوس ہو کر شہنائی بند کر دیتا ہے۔)

شہزادہ۔ آہ! کوئی بھی آرٹ کا قدر دان نہیں ہے!

(سیلینیا داخل ہوتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ شہزادہ کے نزدیک آتی ہے)

سیلینیا۔ مغنّی!

شہزادہ۔ کیا مَیں واقعی مغنّی ہوں۔ کیا تم واقعی یہ دل سے کہہ رہی ہو؟

سیلینیا۔ بالکل۔

شہزادہ۔ تمہارا نام؟

ہیلینا۔ ہیلینا۔

شہزادہ۔ ہاں! مجھے یاد آیا۔ تم تو ابھی یہاں سے ہو کر گئی تھیں۔ پھر کیوں واپس آئی ہو؟

ہیلینا۔ کلی کیوں کھلتی ہے؟ لوہا مقناطیس کی طرف کیوں جاتا ہے؟

شہزادہ۔ میری شہنائی تمہیں کھینچ لائی؟

ہیلینا۔ میں جہاں بھی ہوں گی۔ کھنچتی چلی آؤں گی۔

شہزادہ۔ آہ میں مایوس ہو چکا تھا۔ آخرکار خدا نے ایک قدر دان بھیج دیا۔ ——— تم ایمانداری سے بات کر رہی ہو۔ نا؟

ہیلینا۔ آپ ایسی باتوں سے میری توہین کر رہے ہیں!

شہزادہ۔ نہیں! نہیں! میرا مقصد صرف یہ تھا کہ سب لوگ خوشامدی ہیں آرٹ کا قدر دان اس دنیا میں باقی نہیں رہا۔

(شہزادہ شہنائی بجاتا ہے)

شہزادہ۔ کیا آواز آرہی ہے؟

ہیلینا۔ میں نہایت لطیف آواز سن رہی ہوں۔ گویا میں روحانی دنیا میں پہنچ گئی ہوں۔ میں کچھ بیان نہیں کر سکتی۔

شہزادہ۔ میں تمہیں بتاؤں ——— صنوبر کا درخت خوشبوؤں میں بسا ہوا ہے۔ جس کی شاخیں خواب آلود مستی میں جھوم رہی ہیں۔ اس درخت کے نیچے عاشق کی آرام گاہ ہے۔ ہم دونوں ہیلینا! دنیا کو محبت کے گیت سناتے ہوئے آوارہ پھر رہے ہیں جہاں رات پڑ گئی وہاں سو رہے میری شہنائی

میں جادو کا اثر ہے۔ میرے پاس وہ طاقت ہے جو کسی بادشاہ کو بھی نصیب نہیں۔ میں دنیا کے ہر فرد کو مسرور کر سکتا ہوں ـــــ (ہیلینا منہ ڈھانپ لیتی ہے) کیوں؟ رو رہی ہو؟

ہیلینا۔ اُف! ـــــ اُف! آپ کیسے حسین طریقے سے ظاہرداری سے کام لے رہے ہیں۔ میں بھی تو بہانہ کر رہی تھی۔ لیکن آپ مجھ سے دو قدم آگے ہی بڑھ گئے ہیں۔

شہزادہ۔ ظاہرداری؟ بہانہ؟

ہیلینا۔ آپ کو معلوم نہیں۔ میں کفش دوز کی بیٹی ہوں۔

شہزادہ۔ تو پھر اس کا مطلب؟

ہیلینا۔ کفش دوز کی نگاہ سب سے پہلے جوتے پر پڑتی ہے۔

شہزادہ (اپنے پاؤں کی طرف دیکھتے ہوئے) آہ!

ہیلینا۔ آپ نے بھیس تو بدل لیا۔ لیکن جوتے نہ بدلے۔

شہزادہ۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ تم نے شروع سے مجھے پہچان لیا تھا۔

ہیلینا۔ ہاں! وہ لڑکی کس قدر خوش قسمت ہے۔ جو شہزادے سے گفتگو کر رہی ہو!

شہزادہ۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میری شہنشاہی کے متعلق جو کچھ تم نے کہا۔ وہ سب جھوٹ تھا۔ میں شہنشاہی کو توڑ دوں گا۔

(وہ اُٹھتا ہے تو جیگو داخل ہوتا ہے)

جیگو۔ ٹھہرو۔ مجھے تم سے ایک کام ہے دوست؟

شہزادہ۔ کیا؟

چیگو۔ اس وقت لوگوں کو بہلانے کی سخت ضرورت ہے۔ تم جاؤ اور اپنی شہنائی سے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرو۔

شہزادہ۔ خیریت تو ہے؟

لزنیا۔ شہزادی ——

چیگو۔ خاموش۔ ہاں! ایک حادثہ پیش آیا ہے۔ لوگ شور مچا رہے ہیں کہ شادی میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے۔ تم انہیں بتلاؤ کہ شہزادی کا ایک ہیرا گم ہو گیا ہے۔ اور اس کے بغیر شادی سر انجام نہیں ہو سکتی۔ شاہی جوہری یرقان میں مبتلا ہے۔ دوسرا جوہری بلایا گیا ہے اور دوسرے ہیرے کو انگوٹھی میں جڑ رہا ہے۔ ابھی کچھ دیر لگے گی۔ اپنے شہنائی سے لوگوں کیلئے تفریح کا سامان پیدا کرو۔ اور ساتھ ساتھ یہ پیغام سناتے جاؤ مجھے تم پہ پورا اعتماد ہے۔

شہزادہ۔ عام درباریوں کی طرح تم صداقت سے کام نہیں لے رہے۔

چیگو۔ کیا کہا؟

شہزادہ۔ یہ ہیرے کا تو ایک فرضی قصہ ہے۔ ورنہ درحقیقت شادی کے لئے دولہا اور دلہن دونوں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہاں۔

چیگو۔ خاموش! درختوں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں تم پہ یہ راز کیسے کھل گیا کہ شہزادی مفقود الخبر ہے؟

شہزادہ۔ مجھے تو اس کا علم نہیں تھا کیا وہ شادی کے لئے رضامند نہ تھی؟

چیگو۔ خاموش! جاؤ جیسے تمہیں کہا گیا ہے ویسے کرو۔

(شہزادہ اور ہیلینا باہر چلے جاتے ہیں)

جیگو۔ کام خراب ہو گیا ہے (مجسّمے کی طرف دیکھتے ہوئے) میرے خیال میں میں نے افسرِ باغات کو حکم دے دیا تھا۔

لزنیا۔ میں نے تو نہیں سُنا۔

جیگو۔ اُف! تم عورتوں کا حافظہ بھی کس قدر کمزور ہوتا ہے۔ مجسمہ اپنے پاؤں چل کر تو نہیں آیا۔ میں نے حکم دیا تو اس کی تعمیل ہوئی (برنز داخل ہوتا ہے)

کون؟ برنز؟ لارڈ برنز؟

برنز۔ آپ ہیں؟ وزیرِ اعظم؟

جیگو۔ شہزادہ کہاں ہے؟

برنز۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا؟ میں کل برطرف کر دیا گیا تھا؟ میں ایک تماشائی کی حیثیت سے آیا ہوں۔

جیگو۔ کیا کہا؟ اف میرے خیال میں چوہوں کی کوٹھڑی اتنی تکلیف دہ نہ ہوگی (شہنائی کی آواز آتی ہے۔ شہزادہ۔ مرزینہ۔ ہیلینا اور ناچنے والے بچے داخل ہوتے ہیں)

جیگو۔ آہ! مغنی اپنا کام کر رہا ہے۔ لیکن میں یہ منظر نہیں دیکھ سکتا۔ لوگ خوشیاں منائیں اور میری جان خطرے میں ہو۔ آؤ! لارڈ برنز! شہزادے کو تلاش کریں۔

(جیگو۔ برنز اور لزنیا چلے جاتے ہیں)

(شہزادہ شہنائی بجاتا ہے۔ بچے ناچتے ہیں اور قہقہوں سے فضا گونجتی

ہے۔ناچ ختم ہو جاتا ہے۔شہنائی کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا اور سب چلے جاتے ہیں۔ شہزادہ اکیلا رہ جاتا ہے)

شہزادہ۔ کوئی قدر دان نہیں رہا ——— اُف! میری شہنائی میں جادو کا اثر ہے۔ پتھر میں جان ڈال دیتی ہے۔ لیکن۔۔۔۔۔۔

(شہنائی کو توڑنا چاہتا ہے۔ لیکن پھر رُک جاتا ہے)

شہزادہ۔ میرے خیال میں توڑنے سے پہلے آخری گیت گاؤں (شہنائی بجاتا ہے۔ شہزادی جواب تک بے حس و حرکت کھڑی تھی۔ حرکت کرتی ہے۔ شہزادہ چونک کر اُٹھتا ہے) کیا میں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟ نہیں! نہیں!! میرے گیت سے پتھر میں جان پڑ گئی آہ! میرا کمال۔۔۔۔۔۔۔

شہزادی۔ آہ ———!

شہزادہ۔ تم بول بھی سکتی ہو؟

شہزادی۔ مجھے نیچے اُتارو (شہزادہ اس کا ہاتھ پکڑ کر نیچے اتارتا ہے)

شہزادی۔ تم شہزادہ ڈینس ہو؟

شہزادہ۔ ہاں! تمہیں کیسے معلوم ہُوا ——— لیکن میں شہزادہ ہوں۔ مغنّی شہزادہ اپنے موسیقی کے آرٹ سے ایک رُوح پھونک رہا ہوں۔ تم میرے آرٹ کی تخلیق ہو ——— میں بہت سی لڑکیوں سے ملا ہوں۔

شہزادی۔ دہقانی لڑکیاں ——— کفش دوز کی بیٹی ———

شہزادہ۔ تم دیکھ رہی تھیں؟ میں ایک ایسی لڑکی کی تلاش میں تھا جو میری ہو سکے میں ان سب سے مِلا۔ لیکن کسی میں خلوص نہ تھا۔ تم میرے آرٹ کی تخلیق

ہو۔ میں نے تمہیں پالیا۔ میری جستجو ختم ہوئی ـــــ میرا سفر ختم ہوا
(وہ جھک کر اس کے دامن کو بوسہ دیتا ہے)

(سامنے سے طیفنی نکلتی ہے۔ لیکن شہزادی اشارے سے اُسے پرے جانے کو کہتی ہے اور وہ واپس ہو جاتی ہے)

شہزادی۔ آپ صنوبر کے درختوں کا ذکر ہیلینا سے کر رہے تھے۔ کیا وہ درست تھا؟

شہزادہ۔ کچھ بھی نہیں۔ تمہاری موجودگی سے میں ایک سکون۔ ایک دلآویز نشہ محسوس کر رہا ہوں۔ تم میرے لئے سب کچھ ہو!

شہزادی۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کے گیتوں میں جادو ہے اور آپ پتھر میں رُوح پھونک سکتے ہیں۔ آپ رُومانی طبیعت رکھتے ہیں۔ میں اس شہنائی کو بوسہ دینا چاہتی ہوں ـــــ اتنا بتائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ کہ تمہاری تانوں نے پتھر میں جان نہیں ڈالی۔ بلکہ ـــ بلکہ دیکھو نا؟ آپ ایک شہزادہ ہیں۔ اور شہزادی کو دیکھنے کے لئے بھیس بدل کر محلات میں داخل ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایک شہزادی جو شادی سے پہلے شہزادے کو دیکھنا چاہتی ہے۔ کیا کر سکتی ہے؟ سوائے اس کے کہ وہ پائے ستون پر (اشارہ کرتی ہے) مجسمہ بن کر کھڑی ہو جائے۔

شہزادہ۔ شہزادی؟!

شہزادی۔ ہاں میں شہزادی ہوں۔ پتھر کا مجسمہ نہیں ہوں۔ جس میں آپ نے جان ڈالی۔ لیکن اتنا خیال رہے۔ میں نازوں کی پالی ہوں۔ محلات کی رہنے والی ہوں۔ تمہارے ساتھ بیابانوں میں نہیں پھر سکتی!

شہزادہ ۔ وہ تو میرا خواب تھا ۔ میں ایک خواب دیکھ رہا تھا کہ اس زندگی سے بچ کر کسی اور زندگی میں چلا جاؤں ۔ میں چاہتا تھا کہ اس شہنائی کی طاقت سے میں اپنی زندگی کا رخ بدل دوں ۔ لیکن یہ نہ ہو سکا ۔ یہ تو میرا خواب تھا ـــــ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں تم سے بھاگ جانا چاہتا تھا ۔ یہ میری حماقت تھی ۔

(ایک طرف سر جھکا کر کھڑا ہو جاتا ہے)

شہزادی ۔ نہیں ! نہیں !! (اس کا ہاتھ پکڑتی ہے)

شہزادہ ۔ تمہاری قسمت سے میں دور بھاگ جانا چاہتا تھا تم سے ۔ تم ایسی شہزادی سے (بوسہ لیتے ہوئے)

شہزادی ۔ میرا شہزادہ ! میرا شہزادہ جو مغنّی ہے ۔

شہزادہ ۔ نہیں جو مغنّی تھا ۔

شہزادی ۔ ہے ۔ اب بھی ہے ۔ جس نے محبت کے نغمے گا کر میرے دل کی دنیا بدل ڈالی ۔ ہاں ! اگر ہماری زندگیاں شاہی محلات میں آسودہ نہ ہو سکیں ۔ تو ہم ان صنوبر کے درختوں کی طرف گیت گاتے ہوئے چلے جائیں گے ۔ اور عشق کے دلیس میں امن و سکون کی زندگی بسر کریں گے ۔

(شہزادہ شہزادی کی کمر میں باہیں ڈالے ہوئے چلتا ہے ۔ سامنے سے بادشاہ آتا ہوا دکھائی دیتا ہے ۔ اس کے ساتھ جیگو ۔ لزنیا ۔ اور برنٹ ہیں)

بادشاہ (جیگو سے) میں نہیں سمجھتا کہ کیوں نہ تمہیں تاریک کوٹھڑی میں ڈال دیا جائے ۔ میں نے اپنے اختیارات تمہیں سونپ دیئے ۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ۔ کہ شہزادہ

اور شہزادی دونوں غائب ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کہاں اُڑ گئے۔

جیگو۔ لیکن جہاں پناہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(شہزادی بھاگ کر اپنا لباس پہننے چلی جاتی ہے اور شہزادہ شہنائی بجاتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے)

بادشاہ۔ یہ کون ہے؟

جیگو۔ جہاں پناہ! تماشائیوں میں سے کوئی ہوگا۔ (شہزادے سے) اے ایک طرف ہو۔ کہاں منہ اٹھائے آ رہا ہے۔

(شہزادہ بادشاہ کے سامنے جھکتا ہے)

شہزادہ۔ جہاں پناہ! ایک دفعہ چوہے نے شیر کو موت کے منہ سے بچایا تھا۔ کیا ایک شخص بادشاہ کی مدد نہیں کر سکتا؟ جہاں آپ کا قابل ترین وزیر ناکام رہا ہے۔ وہاں میں کامیابی کا دعوے تو نہیں کر سکتا۔ لیکن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جیگو۔ جاؤ! جاؤ! کیا شور مچا رکھا ہے۔ پگلے!

شہزادہ۔ جہاں پناہ! میں آپ کی مدد کے لئے اپنی حقیر خدمات پیش کر رہا ہوں۔ اور میرے خیال میں بادشاہ کو انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آپ نے جس کام کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اگر آپ اس میں ناکام رہے تو لفظ بادشاہ پر حرف آئے گا۔ بادشاہ کبھی ناکام نہیں رہتا۔

بادشاہ۔ اِس نوجوان کے بہت سُدھرے ہوئے خیالات ہیں۔ لیکن تم میری کیسے مدد کر سکتے ہو؟

شہزادہ۔ میری اس شہنائی میں جادو کا اثر ہے۔

جیگو۔ یہ کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے۔

شہزادہ۔ حضور! میں جادوگر نہیں۔ بلکہ خدمت گار ہوں۔ آپ میری شہنائی کو چھوئیں تو مجھے کامل اُمید ہے کہ میں اپنی مہم میں کامیاب ہو کر آؤں گا۔

(بادشاہ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے۔ لیکن جیگو بادشاہ کو روکتا ہے)

جیگو۔ جہاں پناہ! ممکن ہے کوئی سازش ہو۔

بادشاہ۔ ارے بیوقوف! یہاں کس بات کا خطرہ ہے (شہنائی کو چھوتا ہے)

شہزادہ۔ جہاں پناہ! اب میں دُنیا کی ہر مہم پر کامران و کامگار رہوں گا۔ میں اب ایک ایسا گیت گاؤں گا کہ گم شدہ شہزادہ اور شہزادی دونو واپس آجائیں گے اور ان کی آج ہی شادی ہو جائے گی۔

جیگو۔ یہ تو پاگل ہے جہاں پناہ!

بادشاہ۔ جیگو! تم غلط کہہ رہے ہو؟ اگر تم ناکام رہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک مغنی بھی ناکام رہے گا۔

جیگو۔ جہاں پناہ! اس سے کچھ بھی نہ ہوگا۔

بادشاہ۔ کیوں حسد کی آگ میں جل گئے۔

شہزادہ۔ حضور! یہ شخص آپ کے دست مبارک کی توہین کر رہا ہے۔

بادشاہ۔ تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ کہو تمھیں کیا انعام دیا جائے۔

شہزادہ۔ جہاں پناہ! میں نے ابھی تک سوچا نہیں۔ لیکن میں یہی چاہتا ہوں کہ وزیر اعظم اور رعایا پر عتاب نازل نہ ہو۔

بادشاہ۔ شہزادہ اور شہزادی کو تلاش کر کے لاؤ۔ تمھاری خواہش پوری ہوگی۔

(شہزادہ شہنائی بجاتا ہے۔ مرزینہ۔ ہیلینا۔ طیفنی اور دوسری لڑکیاں گاتی اور ناچتی ہیں۔ بادشاہ۔ جنگو۔ برنز اور لزنیا بھی ناچ میں شریک ہوتے ہیں۔ شہزادہ شہنائی بجاتا ہوا باہر نکل جاتا ہے۔ مجمع ناچتا رہتا ہے۔ شہزادہ اور شہزادی لباس بدل کر دوسری طرف سے آتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پھر سارے مل کر ناچتے اور گاتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔)

(پردہ)

ایک خاوند کی ضرورت

افراد

نرگس ——— دفترِ شادی کی منتظمہ
نوری ——— اس کی نائبہ

شاہ رُخ ———
سوسن ———
بازغہ ——— خاوند کی تلاش میں
فرحت ———
ایک بوڑھی عورت ———

ایک مرد ——— ہونے والا خاوند

منظر

دفترِ شادی (جہاں صرف عورتیں کام کرتی ہیں) عقب میں ایک بوسیدہ سی میز رکھی ہے جس پر رجسٹر اور قلمدان رکھے ہیں۔ دونوں دیواروں کے ساتھ ساتھ ملاقاتیوں کے لئے کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ دفترِ شادی کی منتظمہ نرگس میز کے سامنے بیٹھی ہے۔ نہایت تمکنت سے گھنٹی بجاتی ہے

(دوسرے کمرے کے دروازے سے اسکی نائبہ نوری داخل ہوتی ہے)
نرگس ادھیڑ عمر کی ایک فربہ عورت ہے۔ اور نوری بالکل دبلی پتلی اور زرد رو ہے۔ اس کی عمر تیس سے زیادہ ہو گی)

نرگس۔ ہر ایک چیز تیار ہے؟ آج غالباً بہت سی درخواستیں آئیں گی۔

نوری۔ سب کام ٹھیک ہے بیگم!

نرگس۔ ہفتے کے پہلے دنوں میں خاوندوں کیلئے بہت سی عورتیں آتی ہیں معلوم نہیں۔ اتوار کی چھٹی ختم ہوتے ہی یہ مردوے کہیں بھاگ جاتے ہیں!

نوری۔ بیگم! ان مردوں کی عجیب ذہنیت ہوتی ہے۔

نرگس عجیب؟ یہ تو بُت پاجی ہوتے ہیں۔ اری! ان کی تو کسی بات پر اعتبار نہ کرنا۔ دیکھنے کو سب عربی شیخ کے بیٹے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ذرا انہیں کریدو۔ تو تمہیں معلوم ہو کہ یہ مردوے جو ہمارے سامنے آکر چُپ چاپ بیٹھ جاتے ہیں کتنے عیّار اور فریبی ہوتے ہیں۔ یقین جاننا بعض آدمی یہاں ایسے آئے ہیں جو دیکھنے میں ایسے معلوم ہوتے تھے۔ گویا مکھن کی گولی بھی ان کے منہ میں نہ پگھل سکے۔ لیکن وہاں تو پتھر بھی موم ہو جاتے ہیں۔

نوری۔ لیکن سب تو ایسے نہ ہوتے ہوں گے۔

نرگس۔ سب ایک ہی مذاق کے ہوتے ہوں گے اور بھیڑیوں کے گروہ کی طرح وہ اکٹھے بیٹھ کر مشورہ کیا کرتے ہیں اگر ایک آدمی یہ کہے کہ فلاں شخص اعلیٰ انسان ہے تو سمجھ لو کہ وہ بدترین ہوگا۔

نوری (دانت دکھلاتے ہوئے) بیگم! آپ نے شادی بھی کی تھی؟

نرگس۔ تین دفعہ۔

نوری۔ تین دفعہ؟ تینوں خاوند مر گئے؟

نرگس۔ ہاں! تینوں گزر گئے۔ ان کا قصہ بہت لمبا ہے۔

نوری۔ بیگم! دفتر شادی کا کام بھی بڑا کٹھن ہے۔

نرگس۔ اری! اس میں کونسی کٹھنائی ہے۔ جسے ضرورت ہو۔ وہ بھاگی ہوئی یہاں آتی ہے۔ دس روپے فیس داخل کی۔ اپنا نام اور پتہ لکھوایا۔ اور نتائج کی وہ خود ذمہ وار۔ بھاڑ میں جائیں یا چولھے میں۔

نوری۔ ہاں۔ بات تو ٹھیک ہے۔

نرگس۔ اور تم دیکھ ہی رہی ہو۔ ہزاروں عورتیں۔ جوان اور بوڑھی۔ موٹی اور دبلی حسین اور بدصورت یہاں پر رہتی ہیں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ آج کل اچھے خاوند نہیں ملتے۔ معلوم نہیں وہ زندہ ہی قبروں میں جا گھسے ہیں! اپنے رجسٹروں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو۔

(دروازہ پر دستک کی آواز آتی ہے)

نرگس۔ دیکھنا کوئی نیا شکار ہے۔ اسے اندر لے آؤ۔

(شاہ رخ اندر داخل ہوتی ہے وہ ایک موٹی تازی بنی سنوری عورت ہے)

نرگس۔ آئیے! آئیے! میں آپ کے لئے کیا کر سکتی ہوں؟

شاہ رخ۔ اصل میں بات یہ ہے کہ میں نے آپ کو بے وقت تکلیف دی ہے... ایک خاوند.........

نرگس۔ آپ کو خاوند کی ضرورت ہے نا؟ آپ گھبرائیے نہیں۔ اپنا نام۔ پتہ۔

عمر۔۔۔ خاوند کے متعلق سب تفصیل لکھوا دیجئے نوری! لکھتی جاؤ!

شاہ رخ۔ میں ایک بیوہ ہوں۔

نرگس۔ پہلا خاوند واقعی مر گیا تھا یا صرف تمہارے لئے مر گیا تھا؟

شاہ رخ۔ کچھ بھی سمجھ لیجئے۔ میری عمر پینتیس سال۔

نرگس۔ آپ کس طرح کا خاوند چاہتی ہیں؟

شاہ رخ۔ ذرا تیز طرار اور شوخ مزاج!

نرگس۔ تیز طرار ہو اور شوخ! ان کا نام زندہ دلوں کی فہرست میں لکھ لو۔ اس کی عمر کیا ہو؟

شاہ رخ۔ یہی بائیس تیئیس کا ہو۔

نرگس۔ جہاں زندہ دل لکھا ہے۔ وہاں یہ بھی لکھ لو کہ بچوں کی طرف راغب زیادہ ہے۔ اس کی عادات؟

شاہ رخ۔ عادات کی مجھے پرواہ نہیں۔ بس کلب میں ناچ سکتا ہو۔ وسکی میں سوڈا ملانا جانتا ہو۔ رات کے بارہ بجے سے پہلے سونے کا عادی نہ ہو۔ کوئی نہ کوئی ساز بھی بجا سکتا ہو۔ گھوڑ دوڑ پر روپیہ لگانا بھی جانتا ہو۔ برج بھی اچھی کھیلتا ہو۔ تیراکی بھی اچھا ہو۔ اور موٹر چلانا بھی جانتا ہو۔

نرگس۔ نوری! سب کچھ درج کر لیا ہے؟

نوری۔ جی ہاں! برج چلانا بھی جانتا ہو۔ اور موٹر بھی اچھی چلاتا ہو (دہراتے ہوئے)

(ایک اور دستک کی آواز آتی ہے)

شاہ رُخ۔ یہ کوئی مرد ہوگا؟
نرگس۔ دستک سے قیاس تو عورت کا ہوتا ہے۔
(سوسن اندر آتی ہے)

نرگس۔ آپ پھر آگئیں۔
سوسن۔ میں نے خیال کیا کہ میں یہاں ہی بیٹھ رہونگی ممکن ہے کوئی مرد آجائے۔
نرگس۔ اچھا تشریف رکھیئے۔
شاہ رُخ۔ میرے خیال میں سب سے پہلا مرد جو یہاں آئے۔ میری مرضی پر موقوف ہوگا۔
نرگس۔ اس کے متعلق میں ضمانت نہیں دے سکتی (ایک اور دستک)
شاہ رُخ۔ سوسن (ایک زبان ہوکر) آہ!
(نوری دروازہ کھولنے جاتی ہے۔ تینوں کی نگاہیں دروازے پر لگی ہوتی ہیں۔ فرحت اندر داخل ہوتی ہے۔ وہ ایک نوجوان اور حسین عورت ہے)
نرگس۔ آئیے۔
فرحت۔ مجھے مشورہ دیا گیا ہے کہ میں ایک خاوند کی تلاش کروں۔
نرگس۔ ڈاکٹر نے مشورہ دیا ہے؟
فرحت۔ نہیں ہمارے محلے کے مولوی صاحب نے۔
نرگس۔ مولوی بڑا کم بخت ہوگا۔
شاہ رُخ۔ قابل نفرت!
نرگس۔ تو آپ کو کس قسم کا خاوند چاہیئے؟

فرحت۔ کسی قسم کا ہو۔ صرف ایک بات ضروری ہے کہ وہ ایک رُوح والا مرد ہو۔

نرگس۔ کیسا؟

فرحت۔ رُوح والا۔

نرگس۔ کس قسم کی رُوح؟

فرحت۔ ایسی رُوح جو دُنیا کی وسعتوں اور کھلی فضا کی تمنّا کرتی ہے۔ چاندنی راتوں میں درختوں کی سرسراہٹ بہار کے دنوں میں عنبر بیز ہوا کا سفر ـــــــ کیا اس وقت کوئی مرد مہیا کیا جا سکتا ہے؟

نرگس۔ لیکن ایسا "روحی" اس وقت مشکل سے ملیگا۔

فرحت۔ اچھا تو میں پھر آؤں گی۔

(دروازہ کی طرف بڑھتی ہے)

نرگس۔ میرے خیال میں یہ موقع اچھا تھا۔ آپ کچھ دیر انتظار کریں۔ ممکن ہے کوئی "روح والا" مرد اُڑتا ہُوا یہاں پہنچ جائے۔ نوری اِن کی تفصیلات درج کرلو (فرحت نوری کی طرف جاتی ہے) سوسن صاحبہ! ایک مہینہ ہوا آپ ہر روز یہاں آتی ہیں۔ آپ کو کس قسم کے خاوند کی ضرورت ہے؟ "روح والا یا سنسنی خیز"؟

سوسن۔ کسی قسم کا ہو۔ میری پسند کا کوئی آدمی یہاں آگیا۔ تو میں اسی وقت آپکو بتادوں گی۔

شاہ رُخ۔ لیکن یہ میں آپ کو بتادوں کہ سب سے پہلے میرا حق ہوگا۔

نرگس۔ (فرحت سے) آپ تشریف رکھئے۔

(فرحت ایک کرسی پر بیٹھ جاتی ہے)

شاہ رُخ۔ یہاں پر تو ہر قسم کے مرد آتے ہوں گے؟

نرگس۔ ہر قسم کے۔

(ایک اور دستک کی آواز آتی ہے۔ ساری عورتیں بت بن کر دروازے کی طرف دیکھتی ہیں۔ دستک دُہرائی جاتی ہے)

نرگس (بلند آواز سے) تشریف لائیے۔

(ایک دراز قد دُبلی پتلی عورت داخل ہوتی ہے۔ وہ سیاہ کُرتہ پہنے ہوئے ہے۔ پہلے بڑی دہشت کے ساتھ اِدھر اُدھر دیکھتی ہے اور پھر میز کے قریب جاتی ہے اس کا نام بازغہ ہے)

بازغہ۔ سب کام ٹھیک ہے! آپ اس دفتر کی مینیجر ہیں؟

نرگس۔ ارشاد کیجئے۔

بازغہ۔ مجھے ایک خاوند کی ضرورت ہے۔

نرگس۔ اپنے لئے یا کسی اور کے لئے۔

بازغہ۔ اپنے لئے۔ میری ابھی شادی نہیں ہوئی۔

نرگس۔ آپ کا نام

بازغہ۔ بازغہ۔

نرگس۔ کیا کہا؟

بازغہ۔ میں کہہ رہی ہوں بازغہ۔

نرگس۔ جو کچھ بھی ان کا نام ہو۔ وہ درج کر لو۔ آپ کی عُمر

بازغہ۔ پینتالیس سال۔

(دوسری عورتیں دبی ہوئی آواز سے ہنستی ہیں)

نرگس۔ آپ کو کس طرح کا خاوند چاہیئے؟

بازغہ۔ رب کام ٹھیک ہے۔ مجھے تو مزدور قسم کا مرد چاہیئے۔ اسوقت کوئی ہے؟

نرگس۔ اس وقت تو نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ ممکن ہے کوئی نہ کوئی آ کودے۔

(بازغہ شاہ رُخ کے ساتھ کرسی پر بیٹھ جاتی ہے)

فرحت۔ یہ انتظار بھی کس قدر غیر خوشگوار ہوتا ہے!

شاہ رُخ۔ اور خاوند کے لئے انتظار کرنا تو بہت ہی غیر خوشگوار ہوتا ہے۔

بازغہ۔ سب فضول اور واہیات!

شاہ رُخ (تمکنت سے) آپ نے کیا کہا؟

بازغہ۔ میں نے کہا۔ سب فضول اور واہیات۔

شاہ رُخ۔ کیا آپ نے مجھے مخاطب کیا ہے؟

(ایک اور دستک کی آواز آتی ہے۔ سب عورتیں "ہمہ تن گوش" ہو جاتی ہیں۔ دستک دہرائی جاتی ہے۔ ایک سُرخ گالوں والی بوڑھی عورت داخل ہوتی ہے)

بوڑھی عورت (اندر جھانکتے ہوئے) مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں خاوند کرایہ پر مل سکتے ہیں!

شاہ رُخ۔ لو اور سُنو!

بازغہ۔ فضول واہیات!

فرحت۔ حد ہوگئی۔

سوسن۔ اُف!

نوری۔ عجیب!

نرگس۔ بیگم صاحبہ کرایہ کیسا؟

بوڑھی عورت۔ مجھے معاف کیجئے۔ غالباً مجھے غلطی ہوئی ہے مجھے پتہ لگا ہے کہ۔

نرگس۔ بیگم! کرایہ پر خاوند نہیں ملا کرتے۔

بوڑھی۔ معافی چاہتی ہوں۔ میرے خیال میں مجھے یہ کہنا چاہیئے تھا کہ میں خاوند خریدنا چاہتی ہوں۔

نرگس۔ خاوند سے نکاح کرنا چاہتی ہو۔

بوڑھی۔ اچھا! یُونہی سہی۔

نرگس۔ یہ خواتین انتظار کر رہی ہیں۔ آپ بھی تشریف رکھیں۔

بوڑھی۔ کیا مجھے انتظار کرنا پڑے گا؟ کیا آپ سٹاک میں نہیں رکھتیں؟

نرگس۔ "سٹاک"؟ بیگم یہ بنیئے کی دوکان نہیں ہے!

بوڑھی۔ معاف کیجئے۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔

نرگس۔ نوری! تفصیلات درج کر لو۔ آپ کو کس شکل کا خاوند درکار ہے؟

بوڑھی۔ ذرا بڑے ڈیل ڈول والا ہو تو اچھا ہے۔

فرحت۔ بڑے ڈیل ڈول والا؟

بوڑھی۔ آنکھیں نیلی ہوں۔

بازغہ۔ نیلی آنکھیں؟

بوڑھی۔ آپ بھی نیلی آنکھوں والے کو پسند کرتی ہیں؟ وہ کتنے وفادار ہوتے

ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟

شاہ رُخ۔ یہ کیا مذاق ہے! واہیات باتوں میں وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ (بوڑھی عورت سے) کیا آپ واقعی یہاں خاوند لینے کیلئے آئی ہیں یا مذاق کر رہی ہیں؟

بوڑھی۔ اور آپ بھی؟

شاہ رُخ۔ میری اور بات ہے۔

بوڑھی۔ وہ کس طرح؟

شاہ رُخ۔ تمہارے جیسی بوڑھی کھوسٹ کو خاوند کی کیا ضرورت ہے؟ میں تو ابھی جوان ہوں۔

بوڑھی (قہقہہ لگا کر) جوان؟

بازغہ (طنز سے) جوان؟

شاہ رُخ (بازغہ سے) آپ کو یہ جرأت نہیں ہونی چاہیئے۔

بازغہ۔ جوان؟

نرگس۔ خاموش رہیئے (بوڑھی عورت سے) آپ تشریف رکھیئے۔

بوڑھی (شاہ رُخ سے مخاطب ہو کر) میرے خیال میں میں آپ کے پاس بیٹھوں گی۔

شاہ رُخ۔ میں آپ کو روک تو نہیں سکتی۔ یہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے۔

(ایک اور دستک کی آواز آتی ہے)

سب یکزبان ہو کر۔ مرد؟

(دروازہ کھلتا ہے اور اخبار والا اخبار پھینک کر واپس چلا جاتا ہے سب

عورتیں مایوسی کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتی ہیں اس کے
بعد ایک اور دستک کی آواز آتی ہے سب کی نگاہیں دروازے پر جم
جاتی ہیں اور اپنی اپنی کرسی پہ آ کر بیٹھ جاتی ہیں۔

نرگس۔ اندر آیئے۔

(دروازہ آہستہ آہستہ کھلتا ہے اور ایک مرد داخل ہوتا ہے)

نرگس۔ تشریف لایئے (نوری سے کہاں ہیں) دروازہ بند کر کے تالا لگا دینا۔

(مرد چند قدم آگے آتا ہے اور کھڑے پوچھتا ہے)

مرد۔ معاف کیجئے۔ کیا آپ میں سے کسی کو خاوند کی ضرورت ہے؟

(تمام عورتیں یک زبان ہو کر "ہاں" کہتی ہیں۔ مرد سب کی طرف دیکھتا
ہے۔ اور پھر دروازے کی طرف مڑتا ہے)

مرد۔ اوہ! میرے خیال میں پھر کسی دن آؤں گا!

بانو۔ غیر ٹھہرو۔

مرد۔ معاف کیجئے۔ میں اس وقت نہیں ٹھہر سکتا۔

نرگس۔ کیا آپ کو بیوی کی ضرورت ہے؟

مرد۔ ضرورت تو تھی۔ لیکن اس وقت نہیں (وہ دروازہ کھولنا چاہتا ہے کر
تالا لگا ہوا ہے؟

(وہ جھلا کر ادھر ادھر دیکھتا ہے۔ پھر نوری کی طرف گھور کر تم نے تالا لگایا ہے؟)

نوری۔ اوئی توبہ!

مرد۔ ابھی تک چابی تمہارے ہاتھ میں ہے۔

نوری۔ یہ چابی میں آپ کو نہیں دے سکتی۔

نرگس۔ سنئے تو! آپ بھاگے کہاں جا رہے ہیں۔ آپ ان سب میں سے کسی ایک کو پسند کریں۔ قصہ ختم ہوا۔

بوڑھی۔ آؤ۔ آؤ نوجوان! تمہارا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔

مرد۔ اگر دروازہ کھلا ہوتا تو میں زیادہ محفوظ ہوتا۔

نرگس۔ آپ تشریف رکھیے۔ نوری دروازہ کھول دو۔ اچھا تو آپ کو بیوی کی تلاش ہے نا؟

مرد۔ میرا مقصد تو یہی تھا۔

نرگس۔ تو اب جھگڑا کس بات کا ہے۔ پسند کر لیجئے۔ سب بہنیں اپنی اپنی کرسی نزدیک کھسکا لیں۔

(مرد کی کرسی درمیان رکھ دی جاتی ہے اور سب عورتیں دائرہ بنا کر اردگرد بیٹھ جاتی ہیں۔)

بوڑھی۔ اری ذرا دیکھنا تو اس کی آنکھیں نیلی ہیں؟

(فرحت نزدیک جا کر آنکھوں کو غور سے دیکھتی ہے)

فرحت (بلند آواز سے) بالکل نیلی۔

بازغہ۔ جاؤ ہٹو یہاں سے

فرحت۔ کیا مجھے کہہ رہی ہو؟

بازغہ۔ ہاں۔ کیا شور مچایا ہے؟

فرحت (اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے) کس قدر گنوار عورت ہے!

نرگس۔ خواتین! اب آپ اس مرد سے سوال کر سکتی ہیں۔
بازغہ۔ پنیر کھایا کرتے ہو؟
مرد۔ (حیران ہو کر) ہاں۔ کیوں؟
بازغہ۔ بیر پیتے ہو؟
مرد۔ ہاں۔ کبھی کبھی۔
بازغہ۔ بوتلیں یا پیپے؟
مرد۔ کبھی بوتلیں کبھی پیپے۔
شاہ رخ۔ ناشتہ بھی لیتے ہو؟
مرد۔ تھوڑا بہت۔
فرحت۔ کیا پڑھا کرتے ہو؟
مرد۔ ویکلی اخبار۔
بازغہ۔ بہت خوب۔ تمباکو بھی پیا کرتے ہو؟
مرد۔ ہاں۔
بازغہ۔ گھر صاف ستھرا رکھنے کے عادی ہو؟
مرد۔ خیال تو یہی ہے۔
بازغہ۔ پہلے بھی شادی ہوئی تھی؟
مرد۔ ہاں۔
بازغہ۔ کتنی دفعہ؟
مرد۔ صرف ایک دفعہ۔

فرحت ۔ وہ مرگئی ۔

مرد ۔ معلوم نہیں ۔

شاہ رُخ ۔ کیا کہا ؟ تمہیں معلوم نہیں ؟ کیا دوسری بیوی کرنا چاہتے ہو ؟

بازغہ ۔ چھوڑو ! یہ معمولی بات ہے ۔ جُوا کھیلتے ہو ؟

مرد ۔ نہیں ۔

فرحت ۔ پہلی بیوی کے متعلق آپ نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا ۔ آپ کی پہلی بیوی کہاں گئی ؟

مرد ۔ چلی گئی ؟

فرحت ۔ طلاق لے کر ؟

مرد ۔ یہی سمجھئے ۔

بوڑھی ۔ مجھے بھی کچھ کہنا ہے ۔ کیا آپ دیانتدار ، متین اور راست گو انسان ہیں ؟

مرد ۔ ہاں ۔

شاہ رُخ ۔ کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر میں نے آپکو پسند کیا تو آپکو میری تمام پسندیدہ چیزوں میں دلچسپی لینی ہوگی ۔ ذرا کھڑے ہو جاؤ (مرد کھڑا ہو جاتا ہے) ذرا گھوم جاؤ (وہ گھومتا ہے) ہوں !

بازغہ ۔ دانت دکھاؤ (وہ دانت دکھاتا ہے) اپنے ہیں یا کسی اور کے ؟

مرد ۔ اپنے ہیں ۔

نرگس ۔ کسی اور بہن کو سوال تو نہیں کرنا ؟

بازغہ ۔ تحقیقات ختم ہوئی ۔ میں نے اپنے لئے اس کو چن لیا ہے ۔

فرحت۔ تم ایسا نہیں کر سکتیں۔

بازغہ۔ مَیں فیصلہ کر چکی ہُوں۔

فرحت۔ کرتی پھرو۔ مَیں نے اپنے لئے اسے منتخب کر لیا ہے۔

بازغہ۔ میں کہتی ہوں۔۔۔۔۔

شاہ رُخ۔ آپ کیوں جھگڑ رہی ہیں۔ اسے تو میں نے اپنے لئے پسند کر لیا ہے

بازغہ (کھسیانی ہو جاتی ہے) چلو! میرے ساتھ۔

مرد۔ لیکن۔

شاہ رُخ (مرد کو پکڑتے ہوئے) میرے خاوند کو کہاں لے چلی ہو؟

فرحت۔ تمہارا خاوند؟ وہ میرا ہے۔

مرد۔ لیکن۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔

بوڑھی۔ تم سب یونہی جھگڑ رہی ہو۔ اسے میرے لئے رہنے دو۔ میرا اور اِس کا جوڑ خوب ہے۔

فرحت۔ کیا مضحکہ خیز بات ہے!

شاہ رُخ۔ فضول!

بازغہ۔ واہیات! تم چلو میرے ساتھ۔

فرحت۔ میں کہتی ہوں کیا۔۔۔۔۔

شاہ رُخ۔ میں ہرگز۔۔۔۔۔

بازغہ۔ تم ایسا کبھی۔۔۔۔۔۔۔

نرگس۔ خواتین! خاموش رہیئے۔ سب اپنی اپنی جگہ تشریف لے جائیں۔ آپ کو

یاد رہے کہ یہ میرا دفتر ہے۔ اِس جھگڑے سے فساد ہونے کا ڈر ہے۔
میں نے خود اسے پسند کر لیا ہے۔

سب یک زبان ہو کر۔ کیا کہا؟

نرگس۔ آپ تشریف لے جا سکتی ہیں۔ دفتر بند ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

بازغہ۔ ڈاکو! یہ ڈاکوؤں کا دفتر ہے!

شاہ رُخ۔ اِس آسانی کے ساتھ تم اسے نہیں لے سکتیں۔

نرگس۔ نوری! تم میری مدد کرنا۔

نوری (بیس روپے اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے) لو اپنی فیس۔ میں مرد کو نہیں لینا چاہتی ہوں۔

نرگس۔ نمک حرام!

مرد۔ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

بازغہ۔ میں خوب جانتی ہوں۔ تم مجھے پسند کرتے ہو۔ میرے ساتھ آؤ۔

نرگس۔ تم اسے ہاتھ نہیں لگا سکتیں۔

مرد۔ خواتین! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب تم آپس میں فیصلہ نہیں کر سکتیں تو میرے فیصلہ پر ہی سب کچھ چھوڑ دو۔

شاہ رُخ۔ اور سنو! مرد بھی بیویوں کا انتخاب کرنے لگے۔

مرد۔ یہ تہذیب کے خلاف تو ہے۔ لیکن اس کے سوا اب اور کوئی چارہ نہیں

بازغہ۔ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ سب بیٹھ جاؤ۔

(سب بیٹھ جاتی ہیں)

مرد۔ تم سب نے میری رائے کو منظور کر لیا ہے۔

سب یک زبان ہو کر۔ ہاں!

مرد۔ آپ نے مجھے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ آپ مجھے دیں گی کیا؟

بانو غزہ۔ میں.......

فرحت۔ میں تو......

شاہ رُخ......میرے ساتھ...

بوڑھی۔ اگر تم......

نوری۔ میں جانتی ہوں۔ کہ......

نرگس۔ میں دُوں گی......

مرد۔ آپ علیحدہ علیحدہ بات کریں تو بہتر ہوگا۔ ایک طرف سے شروع کیجئے نا!

نرگس۔ اچھا! تم کیا کہتی ہو سوسن؟

سوسن (جو اب تک خاموش رہی ہے گھبرا جاتی ہے) اوہ! آپ خود ہی فیصلہ کر لیں۔

نرگس (شاہ رُخ سے) آپ؟

شاہ رُخ۔ میں اپنی ساری زندگی نچھاور کر دوں گی۔

فرحت۔ میں محبّت نذر کر دوں گی۔

بانو غزہ۔ میں ہر صبح بیر کی ایک بوتل اور دو کیک دیا کروں گی۔

نرگس۔ میں اپنے مکان میں رہنے کی اجازت دوں گی اور اس دفتر میں تمہارا حصّہ ہوگا۔

بوڑھی ۔ میرے نام بہت سی زمین ہے ۔ میں سب تمہارے نام کر دونگی
اس زمین میں ایک بہت عمدہ باغ بھی ہے جس میں قسم قسم کے پھل لگتے ہیں
نرگس ۔ بس ! اب آپ انتخاب کیجئے ۔
مرد ۔ ایک عجیب مشکل میں پڑ گیا ہوں ۔ تم سب میں کوئی نہ کوئی دلچسپی ضرور
ہے یا تو سب کو قبول کروں یا سب کو انکار کر دوں ۔
(سوچتا ہوا کمرہ میں ادھر ادھر ٹہلتا ہے)
بازغہ ۔ مجھے پسند کر لیا ہے نا ؟
فرحت ۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں پسند کرے گا ؟
بوڑھی ۔ میری زمین اور باغ . . . . . ؟
مرد ۔ میرے خیال میں تم سب ایک دفعہ پھر آپس میں فیصلہ کر لو ۔
نرگس ۔ ٹھیک ہے ۔ خواتین ! ہم دوسرے کمرے میں جا کر آپس میں بحث
لیتی ہیں ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کسی کے کام بھی نہ آئے ۔
بازغہ ۔ تم سب جا کر فیصلہ کر آؤ ۔ میں اسکی نگہداشت کرتی ہوں ۔
شاہ رخ ۔ تم ایسی عورت کو میں ایسے مرد کے پاس کبھی اکیلے بیٹھنے کی
اجازت نہ دوں گی ۔
فرحت ۔ بالکل ٹھیک ہے ۔
نرگس ۔ اچھا ! سوسن نے اس معاملہ میں بالکل دلچسپی نہیں لی ۔ اس لئے
میرے خیال میں وہ اس مرد کے پاس بیٹھی رہے ۔
(نرگس تالا لگا کر چابی سوسن کو دے دیتی ہے)

یہ چابی اپنے پاس رکھو۔ اگر یہ مرد تم سے چابی چھیننے کی کوشش کرے تو زور زور سے چلانا۔

شاہ رُخ۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔

(نرگس دوسرے کمرے کا دروازہ کھولتی ہے اور سب باہر نکل جاتی ہیں)

باز غہ۔ سوسن! ہماری غیر حاضری کا فائدہ نہ اُٹھانا۔

مرد۔ عجیب جنجال میں آ پھنسا ہوں (کنڈی کو ہلاتا ہے) تالا لگا ہوا ہے۔ کیا آپ مجھے اس لعنت گاہ سے باہر نہ نکالیں گی؟ غلطی سے یہاں آ پھنسا ہوں

سوسن۔ تمہیں ایک بیوی درکار تھی۔ اور یہاں تمہیں چھ بیویاں مل رہی ہیں۔ اور کیا چاہیئے۔

مرد۔ تم سمجھ نہ سکو گی! میں یہاں بیوی لینے نہ آیا تھا۔ بلکہ میں تلاش کر رہا تھا۔

سوسن۔ کسی اور شخص کی بیوی۔

مرد۔ کسی اور کی تو نہیں۔ تھی تو اپنی ہی۔

سوسن۔ کیا کہا؟

مرد۔ یہ ایک دردناک اور طویل قصہ ہے۔

سوسن۔ مزیدار حصّہ سُنا دو۔

مرد۔ مزیدار حصّہ تو اس میں کوئی نہیں۔

سوسن۔ کیسا بھی ہو۔ میں سُننا چاہتی ہوں۔

مرد۔ لیکن اس شرط پر کہ دروازہ کھول دو۔

سوسن۔ منظور ہے۔

مرد۔ میری شادی کو ابھی دو سال ہی ہوئے تھے کہ بیوی سے کچھ تنازعہ ہو گیا۔ یاد نہیں لیکن عموماً چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہم دونوں لڑا کرتے تھے۔ وہ ایک دن چپ چاپ مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔

سوسن۔ بس! تم نے اس کو تلاش نہ کیا؟

مرد۔ میں اُسے کہیں بھی نہیں ڈھونڈ سکا۔

سوسن۔ تم نے اس کی تلاش بھی کی یا نہیں؟

مرد۔ میں دن رات اس کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔

سوسن۔ غالباً اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی ہوگی۔

مرد۔ اس کے ماں باپ نہ تھے۔

سوسن۔ کیسی اچھی بیوی ہوگی۔ لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم یہاں کیا کر رہے تھے۔ دوسری بیوی کی تلاش؟

مرد۔ ہرگز نہیں۔ میں اس کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ ممکن ہے وہ دوسرے خاوند کی تلاش میں یہاں آ نکلے۔

(دوسرے کمرے سے بازغہ کی آواز سنائی دے رہی ہے جو گلا پھاڑ پھاڑ کر کہہ رہی ہے۔

بازغہ۔ وہ میرا ہے۔ اسے میں لوں گی۔

(دوسری عورتوں کی مخالفانہ آوازوں میں اسکی آواز گم ہو جاتی ہے)

مرد۔ آپ مجھے باہر نکالیں۔ وہ ابھی یہاں آ پہنچیں گی۔

سوسن۔ میں نے سمجھا تھا کہ تمہارا قصہ مزیدار ہوگا۔ لیکن یہ تو کچھ بھی نہیں۔

سوائے اس کے کہ تم ایک بدمزاج خاوند ہو۔ میں دروازہ نہیں کھولوں گی
مرد۔ لیکن تم نے وعدہ کیا تھا۔
(دروازہ کھلتا ہے اور بازغہ کے پیچھے سب بھاگی ہوئی داخل ہوتی ہیں)
بازغہ۔ سب کام ٹھیک ہے! تم میرے ہو گئے۔
نرگس۔ اری چڑیل! اِدھر آتی ہے یا نہیں۔
شاہ رُخ۔ اس کو دفاع کرو یہاں سے۔
نوری۔ کوئی انسانیت کی بات بھی ہے یا نہیں۔
فرحت۔ میرا حق ہے۔
بوڑھی۔ میں بوڑھی سہی۔ لیکن اپنا مال یونہی ہاتھ سے نہ جانے دوں گی۔
مرد۔ خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو۔
بازغہ۔ تم میرے ساتھ چلو گے۔ سوسن! اِدھر لاؤ چابی۔
سب یک زبان ہو کر۔ اسے چابی نہ دینا
سوسن۔ تم فضول جھگڑ رہی ہو۔ وہ میرا ہے۔ وہ میرے ساتھ چلے گا۔
نرگس۔ کیا کہا؟
بازغہ۔ دیکھا! اس کے ساتھ اکیلے چھوڑنے کا نتیجہ؟
مرد۔ میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
سوسن۔ شہباز! تم میرے ساتھ نہیں چلو گے؟
مرد۔ شہباز؟ تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟
سوسن۔ میرے نزدیک آؤ۔ نزدیک (سیاہ چشمے اُتارتی ہے) پہچانا؟

مرد۔ امینہ؟ تم ہو امینہ؟

(شہباز اس سے بغل گیر ہو جاتا ہے) بازغہ ان دونوں کو چھڑانے کی کوشش کرتی ہے)

بازغہ۔ یہ جادوگرنی ہے۔ اس کے دھوکے میں نہ آنا۔

مرد۔ میری امینہ!

بازغہ۔ یہ امینہ کون ہے؟

مرد۔ تم نہیں جانتیں۔

سوسن (سیاہ چشمہ۔ گلوبند اور بڑا کوٹ اُتارتی ہے اور نوجوان عورت معلوم ہونے لگتی ہے) یہ شخص میرا خاوند ہے۔

بازغہ۔ کیا کہا؟

مرد۔ یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔

نرگس۔ تو پھر تم یہاں کیا کرنے آئے تھے؟

مرد۔ معاف کیجئے یہ میری بیوی ہے ہم دونوں میں لڑائی ہو گئی تھی تو یہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ میں نے بہت تلاش کی۔ آخر اس کی تلاش میں یہاں چلا آیا۔

نرگس (سوسن سے) اور تم؟

سوسن۔ میں بھی یہاں اس کی تلاش میں آیا کرتی تھی۔

شاہ رُخ۔ ہمارا یونہی وقت ضائع ہوا۔ عجیب انتظام ہے یہاں پر۔ یہاں نئی شادیاں ہوتی ہیں یا روٹھی ہوئی بیویاں ملتی ہیں؟

فرحت۔ خوب دھوکا بازی ہو رہی ہے۔ میرے خیال میں میں اپنے محلے کے

اور نو کوئی بھی نہیں ملتا
مولوی سے کہوں گی کہ وہ ہی مجھ سے شادی کر لے۔

(باری باری سب عورتیں رخصت ہو جاتی ہیں)

بازغہ۔ اچھا یونہی ہونا تھا۔
شاہ رُخ۔ کیا سے کیا ہو گیا۔

فرحت۔ خوش رہو۔
مرد۔ آپ کو بہت تکلیف ہوئی ہے۔ آپ سے معافی چاہتا ہوں۔
بازغہ۔ مزے کرو۔

(سب باہر نکل جاتی ہیں)

نرگس۔ دفتر کی فیس تمہیں ادا کرنی ہو گی۔
مرد۔ لیجئے۔

(شہباز اور امینہ ایک دوسرے کی باہوں میں باہیں ڈالے باہر نکل جاتے ہیں)

امینہ۔ اب تو مجھ سے کبھی نہ لڑو گے؟
شہباز۔ نہیں۔ اور تم بھی تو گھر سے کبھی نہ جاؤ گی؟

(قہقہوں کی آواز کے ساتھ پردہ نیچے گرتا ہے)

درخواست

افراد

چوبوکوف ———— ایک زمیندار

نطالیا ———— اس کی بیٹی۔ لبست و پنج سالہ

آئیوان لوموف ———— چوبوکوف کا ہمسایہ زمیندار

بظاہر تندرست۔ لحیم و شحیم لیکن مالیخولیا کا مریض

(چوبوکوف کا ڈرائینگ روم۔ چوبوکوف بیٹھا ہے۔ لوموف شام کا لباس اور سفید دستانے پہنے داخل ہوتا ہے)

چوبوکوف (اس کے استقبال کے لئے بڑھتا ہے) آہا! تم ہو؟ آئیون واللہ تمہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی (مصافحہ کرتا ہے) تم تو عید کے چاند ہو گئے اچھے تو رہے!

لوموف۔ آپ کی عنائیت! اور آپ تو خیریت سے ہیں؟

چوبوکوف۔ تمہاری دعا سے بالکل خیریت ہے۔ بیٹھ جاؤ نا! دیکھو بھیا اپنے پڑوسیوں کو بھول جانا اچھا نہیں۔ لیکن حضرت آج یوں بنے ٹھنے کیوں پھرتے ہیں؟ یہ قبا۔ یہ دستانے ——— اور کیا تام ——— کسی ضیافت پہ جا رہے ہو کیا؟

لوموف۔ نہیں قبلہ۔ میں تو صرف آپ ہی کا نیاز حاصل کرنے آیا ہوں۔
چوبوکوف۔ لیکن یہ قبا کیسی؟ معلوم تو یہ ہوتا ہے جیسے تم عید منانے گھر سے نکلے ہو۔
لوموف۔ دیکھئے نا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ۔۔۔ (اس کا بازو پکڑ لیتا ہے) میں جناب کی خدمت میں ایک درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں اس سے پہلے آپ نے خاکسار کی ہمیشہ رہنمائی فرمائی ہے لیکن۔۔۔ معاف رکھئے۔ میں ذرا گھبرایا ہوا سا ہوں۔ تکلیف نہ ہو تو تھوڑا سا پانی دیجئے (پانی پیتا ہے)
چوبوکوف (الگ) قرض لینے آیا ہوگا۔ لیکن میں تو اسے پھوٹی کوڑی تک نہ دوںگا۔ (لوموف سے) اچھا تو بات کیا ہے بھیا؟
لوموف۔ دیکھئے نا قبلہ چوبوکوف! معاف کیجئے گو بوچوف۔۔۔ آپ دیکھتے ہیں نا۔ میں کیسا بدحواس ہو رہا ہوں۔ کیا عرض کروں آپ کے سوا کوئی میری مدد نہیں کرسکتا۔ میں اس لائق تو نہیں اور۔۔۔۔۔۔ اور میرا حق بھی نہیں کہ۔۔۔
چوبوکوف۔ بھئی بات بناؤ نہیں۔ صاف کہہ ڈالو —— ہاں تو؟
لوموف۔ ابھی عرض کرتا ہوں ایک منٹ میں۔ بات یہ ہے کہ میں یہ درخواست لے کر آیا ہوں کہ آپ اپنی صاحبزادی نطالیا کا عقد مجھ خاکسار سے کر دیں
چوبوکوف (مسرت سے اُچھل کر) میرے اچھے دوست! میرے پیارے دوست کیا کہا تم نے؟ ایک بار پھر کہنا! آج میرے کان دھوکا تو نہیں دے رہے ہیں!۔۔۔۔۔۔
لوموف۔ میں یہ التجا کرتا ہوں کہ۔۔۔۔۔۔
چوبوکوف (بات کاٹ کر) میرے عزیز میں بہت ہی خوش ہوں۔ اور کیا نام

۔ ۔ ۔ ۔ بس ! بس !! بالکل ٹھیک اور کیا نام ۔ ۔ ۔ کیا بات ہے واللہ ! (اسے گلے لگا لیتا ہے) تمہیں کیا بتاؤں۔ میری تو مدت سے یہی آرزو تھی۔ ہمیشہ سے میری یہی خواہش تھی (ایک آنسو ٹپکتا ہے) عزیز میرے ! میں تو ہمیشہ ہی تمہیں اپنا بیٹا سمجھتا رہا ہوں۔ بیٹوں کے مانند تم سے محبت رکھتا ہوں۔ خدا تم دونوں کو باہم محبت اور نیک ہدایت دے۔ اور کیا نام مجھے تو ہمیشہ یہی حسرت رہی ۔ ۔ ۔ ایسے میں یہاں تنہا سا کھڑا ہوں۔ ۔ ۔ خوشی کے مارے میرے قدم تو زمین سے نہیں اُٹھتے۔ بالکل اتھ دل سے ۔ ۔ میں ابھی جا کر نطالیا کو بلاتا ہوں اور کیا نام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لوموف (متاثر ہو کر) محترم چوبوکوف ! آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا وہ مجھے واقعی پسند کر لیں گی ؟

چوبوکوف۔ اوہو۔ یہ کیا کہا تم نے ؟ تم ایسا خوبرو سجیلا جوان ہو۔ اور وہ پسند نہ کرے۔ خدا نے چاہا تو وہ بلی کی طرح تمہاری محبت کی بھوکی ہوگی ــ کیا نام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابھی آیا۔ ایک منٹ۔

(نکل جاتا ہے)

لوموف۔ مجھے تو سردی لگ رہی ہے۔ میرا تو سارا بدن کانپ رہا ہے۔ جیسے مجھے کسی امتحان میں بیٹھنا ہو۔ ۔ ۔ ۔ عزم بڑی چیز ہے۔ اگر انسان شش و پنج میں مبتلا رہے۔ ہچکچائے ۔ ۔ ۔ ۔ شادی پر غور و فکر کرتا رہے۔ اپنے تصورات کے مطابق بیوی کی تلاش کرے یا سچی محبت ڈھونڈے تو پھر اس کی شادی ہو چکی۔ ارر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے تو بہت ہی سردی لگ رہی ہے ــ نطالیا

بڑی سلیقے والی ہے اور شکل و صورت بھی بُری نہیں۔ پڑھی لکھی بھی ہے لیکن
.... میں کیوں خواہ مخواہ دماغ پریشان کر رہا ہوں۔ اصل میں مجھے بڑی
گھبراہٹ ہے (پانی کی چسکی لیتا ہے) لیکن مجھے شادی کرنی ضرور چاہیئے۔
پینتیس برس کا تو میں پہلے ہی سے ہو گیا ہوں۔ سچ پوچھئے تو یہ بڑی خطرناک
عمر ہوتی ہے اور یوں بھی میں اب کچھ باقاعدہ اور با اصول زندگی بسر کرنا
چاہتا ہوں۔ عموماً دل کی دھڑکن اور اختلاج قلب کا عارضہ رہتا ہے
میں جلد باز بہت ہوں۔ جلدی گھبرا جاتا ہوں۔ مثلاً اب میرے ہونٹ کانپ
رہے ہیں اور میری دائیں آنکھ کا پردہ بھی پھڑکنے لگا ہے ......
سب سے بڑی خرابی تو نیند کی ہے۔ بستر میں گیا نہیں اور بائیں کنپٹی پر
ٹیسیں اُٹھنے لگیں اور سر اور کندھوں پر ہتھوڑے پڑنے لگے۔ دیوانوں کی
طرح اُٹھ بیٹھتا ہوں۔ اِدھر اُدھر ٹہلتا ہوں۔ پھر لیٹ جاتا ہوں.....
اور پھر..... بس لیٹا نہیں کہ از سر نو ٹیسیں اُٹھنے لگیں اور پہلے سے
کوئی بیس مرتبہ شدت کے ساتھ.......!

(نطالیا داخل ہوتی ہے)

نطالیا۔ اوہو! آپ ہیں؟ ابا تو کہہ رہے تھے۔ کوئی گاہک آیا ہے۔ طبیعت کیسی
ہے؟ آئیون؟

لوموف۔ شکر ہے! آپ تو خیریت سے ہیں؟

نطالیا۔ معاف کیجئے۔ میرے کپڑے ذرا میلے سے ہیں۔ میں مٹر کی پھلیوں میں سے
دھوپ میں ڈالنے کے لئے دانے نکال رہی تھی آپ بہت دنوں سے آئے

ہنیں۔ ہوں؟ تشریف رکھئے گا (دونوں بیٹھ جاتے ہیں) کھانا کھائیے گا؟

لوموف ۔ شکریہ! میں ابھی کھا کر آیا ہوں۔

نطالیا ۔ تو پھر سگرٹ بھی نہیں پیجئے گا؟ یہ رہی دیا سلائی۔ آج تو بڑے مزے کا دن ہے۔ کل اتنی غضب کی بارش تھی کہ آدمی کوئی کام ہی نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے بھوسے کے پونگے بنا لئے؟ میں نے بڑی غلطی کی کہ کٹوائی جلدی ہی ختم کردی۔ کچھ روز ٹھہر جاتی تو اچھا ہوتا۔ اب تو بھوسا پڑا پڑا خراب ہو جائے گا۔ لیکن یہ کیا۔ آج تو آپ خوب بنے ٹھنے دکھائی دے رہے ہیں کسی ناچ گھر جانے کی تیاری ہے؟ آج تو سچ کہوں۔ آپ بہت ہی سجیلے جوان نظر آتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لوموف (گھبرا سا گیا) دیکھئے نا! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نطالیا صاحبہ! بات یہ ہے کہ آج میں نے عہد کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں ۔ ۔ ۔ ۔ آپ ۔ ۔ ۔ ۔ حیران تو ہوں گی اور شاید کچھ جھلائیں گی بھی ۔ ۔ ۔ لیکن میں ۔ ۔ ۔ آج غضب کا جاڑا پڑ رہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نطالیا ۔ کیا بات ہے؟ (وقفہ) کیوں؟

لوموف ۔ میں مختصر عرض کروں گا۔ آپ جانتی ہیں کہ بچپن ہی سے میں آپ کے گھرانے سے واقف ہوں۔ میری پھوپھی خدا انہیں جنت نصیب کرے اور اُن کے شوہر جن سے ورثہ میں مجھے جاگیر ملی ہے۔ ہمیشہ آپ کے ابا اور اماں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہمارے دونوں گھرانوں کے درمیان ہمیشہ سے گہرے تعلقات چلے آرہے ہیں اور اس کے علاوہ اس وقت میری

زمینیں بھی ساتھ ساتھ ہیں۔ آپ کے کھیتوں کے ساتھ ہی اس

خاکسار کے "ولوائی" مرغزار ہیں۔۔۔۔۔۔

نطالیا۔ معاف کرنا۔ بات کاٹ کر کہتی ہوں۔ آپ نے ابھی ابھی کہا۔ میرے "ولوائی"

مرغزار۔۔۔۔۔۔ لیکن کیا وہ آپ کے ہیں؟

لوموف۔ ہاں میرے ہی تو ہیں۔

نطالیا۔ خوب! یہ بھی آپ نے ایک ہی کہی۔ "ولوائی" مرغزار تو ہمارے ہیں۔ آپ کے کب سے ہو گئے؟

لوموف۔ نہیں محترمہ نطالیا۔ وہ تو میرے ہی ہیں۔

نطالیا۔ یہ میں نے آج آپ ہی سے سُنا۔ لیکن وہ آپ کے ہیں کیسے؟

لوموف۔ وہ میرے کیسے ہیں؟ میں اُن "ولوائی" مرغزاروں کا ذکر کر رہا ہوں۔ جو آپ کے برطوح کے پیڑوں سے لے کر کھائی تک جاتے ہیں۔

نطالیا۔ بالکل وہی تو ہمارے ہیں۔

لوموف۔ نہیں تو۔ آپ کو غلطی لگ رہی ہے وُہ میرے ہی ہیں محترمہ نطالیا!

نطالیا۔ سوچئے تو آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آخر وہ کیسے ہیں آپ کے؟

لوموف۔ کب سے؟ اس کے کیا معنی؟ میں نے تو جب سے ہوش سنبھالا ہے وُہ میرے ہی ہیں۔

نطالیا۔ جھوٹ کی بھی کوئی حد ہونی چاہیئے صاحب!

لوموف۔ میرے پاس دستاویزیں ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ مدت ہوئی ان مرغزاروں کے بارے میں جھگڑا سا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد تو ہر شخص جانتا ہے کہ وہ مرغزار

میرے ہیں اور اب تو کسی کو انکار ہو نہیں سکتا۔ ذرا غور کیجئے۔ میری پھوپھی کی دادی نے وہ مرغزار آپ کے دادا کے مزارعوں کو کاشت کی خاطر دِیئے تھے۔ اُنہوں نے نہ پٹہ مقرر کیا نہ میعاد۔ آپ کے دادا کے مزارعے چالیس سال تک اس زمین سے نفع اٹھاتے رہے اور پھر اپنا ہی مال سمجھنے لگے۔ لیکن جب بعد میں بندولبت ہوا تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نطالیا۔ واہ ایسا کیا ہوا تھا؟ میرے دادا اور میرے پردادا دونوں یہی جانتے تھے کہ کھائی تک انہیں کی زمین چلی جاتی ہے۔ چنانچہ "دلوائی" کے مرغزار ہمارے تھے۔ پتہ نہیں اس دلیل بازاری سے آپ کو کیا مل جائے گا ہم آپ نے خواہ مخواہ آ کر پریشان کر دیا۔

لوموف۔ میں آپ کو دستاویزیں دکھا دوں گا۔

نطالیا۔ آپ مجھے بنا رہے ہیں یا دِق کرنا چاہتے ہیں؟ بڑا ہی تعجب ہے کہ تین سو سال سے تو وہ مرغزار ہمارے قبضے میں چلے آ رہے ہیں اور آج اچانک آپ نے آن کہا کہ وہ ہمارے نہیں۔ معاف کیجئے۔ مرغزاروں کی تو مجھے پروا نہیں لیکن زمانے کی ناانصافی دیکھ کر غصہ آتا ہے۔ پندرہ ایکڑ تو ساری زمین ہے اور تین سو رُوبل سے زیادہ اس کی کیا قیمت ہو گی۔ جو جی چاہے کہتے جایئے۔ لیکن میں ناانصافی نہیں برداشت کر سکتی۔

لوموف۔ سنئے تو سہی۔ خدارا۔ میں نے ابھی ابھی عرض کیا کہ آپ کے پردادا کے مزارعوں نے میری پھوپھی کی دادی کی اینٹیں پکانے کا کام کیا تھا۔ میری پھوپھی کی دادی انہیں کچھ انعام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نطالیا۔ دادا۔ دادی! پھوپھی ..... میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مرغزار ہمارے ہیں۔ بس میں تو یہی جانتی ہوں۔

لوموف۔ مرغزار میرے ہیں۔

نطالیا۔ ہمارے ہیں۔ اگر آپ دو دن بھی لگاتار بحث کرتے رہیں اور بیسیوں نئے نئے سوٹ بدل کر آئیں تو بھی مرغزار ہمارے ہی رہیں گے۔ بالکل ہمارے ہی۔ آپ کی چیز پہ ہمارا کوئی حق نہیں۔ لیکن ہم اپنی چیز سے کیسے آنکھیں بند کر لیں۔ اب جو جی چاہے سمجھئے۔

لوموف۔ مرغزاروں کی تو مجھے مطلق پروا نہیں۔ لیکن معاملہ اصول کا ہے اگر آپ چاہیں تو میں وہ سب مرغزار آپ کی نذر کر دوں گا۔

نطالیا۔ میرا جی چاہے تو وہ سب میں آپ کو پیش کر دوں گی۔ کیونکہ وہ ہیں ہی میرے یہ عجیب تماشا ہے۔ میں تو بہت آپ کو ایک شریف ہمسایہ اور دوست سمجھتی رہی۔ پار سال آپ نے ہم سے دھان کوٹنے کی مشین مانگی تو ہم نے دے دی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہم اپنا اناج نومبر تک نہ کوٹ سکے۔ اور اب تو آپ ہمیں بالکل خانہ بدوش ہی سمجھنے لگے ہیں۔ یہ بھی خوب رہی کہ میری ہی زمین آپ مجھی کو نذر کرنے لگے۔ ہمسائیگی کا حق آپ نے خوب ادا کیا۔ مجھ سے صاف صاف سنئیے گا؟ یہ محض آپ کی شرارت ہے۔

لوموف۔ پھر آپ کے خیال میں میں غاصب ہوں نا؟ بیگم صاحبہ میں نے دوسروں کی زمین پر کبھی ہاتھ نہیں ڈالا۔ اور اس کا الزام تک اپنے پر نہیں آنے دوں گا (لپک کر گلاس اٹھاتا ہے اور پانی کے دو گھونٹ پیتا ہے) "ولواٹی" کے مرغزار

میرے ہیں۔

نطالیا۔ یہ جھوٹ ہے۔ وہ ہمارے ہیں۔

لوموف۔ میرے ہیں۔

نطالیا۔ ہرگز نہیں۔ میں ثابت کردوں گی۔ میں آج ہی کٹائی کو اپنے آدمی وہاں بھیجتی ہوں۔

لوموف۔ ہائیں!

نطالیا۔ ہمارے مزدور آج ہی وہاں پہنچ جائیں گے۔

لوموف۔ میں مار مار کر ان کی کھال اُدھیڑ دوں گا۔ آئیں تو سہی!

نطالیا۔ تمہاری کیا مجال ہے۔

لوموف (مٹھیاں بھینچتا ہے) وُہ مرغزار میرے ہیں۔ تمہیں معلوم ہے وہ میرے ہیں . . . .

نطالیا۔ اچھا شور نہ مچایئے۔ جی چاہے تو گھر جاکر غُصہ نکال لیجئے۔ مہربانی کرکے یہاں آپے سے باہر نہ ہوجیئے گا۔

لوموف۔ بیگم صاحبہ! اگر میں اس کم بخت دل کی دھڑکن کا شکار نہ ہوتا اور میری کنپٹیوں میں ٹیسیں نہ اُٹھا کرتیں تو آپ کو بتا دیتا کہ آپے سے باہر کیسے ہُوا کرتے ہیں۔ (چلّانے لگتا ہے) .... مرغزار میرے ہیں۔

نطالیا۔ ہمارے ہیں۔

لوموف۔ میرے۔

نطالیا۔ ہمارے۔

لوموف ۔ میرے ۔

(چوبوکوف داخل ہوتا ہے)

چوبوکوف ۔ ارے یہ کیا ہلڑ مچا رکھا ہے ۔

نطالیا ۔ ابا ذرا ان حضرت کو سمجھا دیجئے کہ "وِلوائی" کے مرغزار ان کے ہیں یا ہمارے ؟

چوبوکوف (لوموف سے) بھئی وہ مرغزار تو ہمارے ہیں ؟

لوموف بغضب خدا کا ۔ یہ تو بتایئے کہ وہ کب سے آپ کے ہو گئے ؟ کچھ تو انصاف سے کام لیجئے ۔ میری پھوپھی کی دادی نے عارضی طور پر آپ کے دادا کے مزارعوں کو وہ زمین دی تھی ۔ انہوں نے چالیس برس تک اس میں کاشت کی اور پھر اپنی جاگیر سمجھنے لگے ۔ لیکن جب بند و بست ہوا تو ......

چوبوکوف ۔ عزیزم ! تم بھولتے ہو ۔ مزارعوں نے تمہاری دادی اماں کو زمین کا پٹہ ادا کر دیا تھا ۔ اور کیا نام .... اس لئے کہ زمین کی ملکیت پر جھگڑا سا ہو گیا اور کیا نام .... اور اب کسی احمق کو اب بات کا علم نہیں ۔ تم نے شاید پٹواری کا خسرہ نہیں دیکھا ؟

لوموف ۔ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ وہ مرغزار میرے ہیں ۔

چوبوکوف ۔ نہیں لاڈلے ! تم نہیں ثابت کر سکتے ۔

لوموف ۔ کیوں نہیں ؟

چوبوکوف ۔ میرے عزیز ۔ تم آخر چلا کیوں رہے ہو ؟ اس چلانے سے تو کچھ بھی ثابت نہ کر سکو گے ۔ میں تمہاری کوئی چیز غصب نہیں کرنا چاہتا ۔ لیکن اپنا مال ہاتھ سے کیسے دوں ۔ اگر تم ان مرغزاروں پر جھگڑا کھڑا کرو گے ۔ تو

وہ تمہیں دینے کی بجائے کسی مزارع کو دے دوں گا۔

لوموف۔ میں تو نہیں سمجھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کسی دوسرے شخص کی جائداد بانٹنے کا آپ کو کیا اختیار ہے؟

چوبوکوف۔ اجی یہ فیصلہ تو مجھے کرنا ہے کہ میرا اختیار ہے یا نہیں۔ میں اس لہجے۔ کیا نام ۔۔ باتیں سننے کا عادی نہیں ہوں۔ اور میں تم سے عمر میں بھی دو چند ہوں۔ مجھ سے جوش میں آکر باتیں نہ کرو۔ نہیں تو کیا نام۔۔۔

لوموف۔ لیکن آپ نے تو مجھے گاؤدی ہی سمجھ لیا۔ میرا مذاق اُڑائے جا رہے ہیں۔ آپ میری زمین کو بھی اپنا بتاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ میں جوش میں نہ آؤں اور صبر سے کام لوں۔ یہ سلوک اچھے پڑوسیوں کا سا نہیں۔ آپ پڑوسی نہیں ڈاکو ہیں۔

چوبوکوف۔ کیا کہا تم نے؟ ہیں؟

نٹالیا۔ ابا۔ اپنے آدمی ابھی کٹائی کے لئے بھیج دیجئے

چوبوکوف (لوموف سے) آپ نے کیا کہا صاحب؟

نٹالیا۔ "ولوائی" کے مرغزار ہمارے ہیں۔ میں انہیں کبھی نہیں چھوڑنے کی۔۔۔ کبھی نہیں! کبھی نہیں!!

لوموف۔ یاد رکھئے۔ میں عدالت میں جا کر ثابت کروں گا کہ وہ مرغزار میرے ہیں۔

چوبوکوف۔ عدالت میں؟ بڑی خوشی سے جائیے۔ کیا نام۔ عدالت میں؟ بے شک جاؤ۔ میں جانتا ہوں تجھے! تُو تو ہمیشہ مقدمے بازی کی گھات میں لگا رہتا ہے کم ظرف کہیں کا؟ میں! میں تیرے سب بڑے بوڑھوں کو جانتا ہوں۔ سالوں کی عمر میں

ہی مقدمے بازی میں کٹیں۔

لوموف۔ مہربانی فرما کر آبا و اجداد کی توہین نہ کیجیے۔ ان کی... دیانتداری کی داد تجھے دیتا ہے آپ کے چچا کی طرح نہیں کہ عنین کے الزام میں کچہری کی ہوا کھا رہے ہیں۔

چوبوکوف۔ خیر تمہارا سارا گھرانا ہے خبطیوں کا۔ سب کا سب۔

نتالیا۔ سبھی! ہر ایک!

چوبوکوف۔ تمہارا دادا سڑی سودائی تھا اور تمہاری چھوٹی پھوپھی کا اس مہمان

لوموف۔ اور تمہاری ماں بھی تو کبڑی تھی (دل پر ہاتھ رکھتا ہے) اُف درد کتنا ہونے لگا ہے... ارے کہیں دورہ تو نہیں پڑنے لگا؟ اُف ... خدایا.... پانی!

چوبوکوف۔ اور تمہارا باپ قمار باز اور پیٹو تھا۔

نتالیا۔ اور تمہاری پھوپھی کی گز بھر کی زبان تھی۔ آٹھ پہر قینچی کی طرح چلتی تھی۔

لوموف۔ ارے میری بائیں ٹانگ سُن ہو گئی... اور تم دنیا بھر کے دغا باز ہو.... ... ہائے میرا دل!... اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ الیکشن سے پہلے تم.... اُف! مجھے کچھ نہیں سوجھتا.... میری ٹوپی کہاں ہے؟

نتالیا۔ کمینہ کہیں کا! بے ایمان! ناک میں دم کر دیا ہے۔

چوبوکوف۔ اور تم شرارت کے پتلے ہو۔ مکّار!....

لوموف۔ یہ رہی میری ٹوپی..... اُف میرا دل۔ دروازہ کس طرف ہے؟ کدھر جاؤں؟ ارے میں مرا! میری ٹانگوں کو کیا ہو گیا! (دروازے کی طرف چلتا ہے)

چوبوکوف (پیچھے سے آواز دیتا ہے) خبردار! اگر میرے گھر میں پھر قدم رکھا

نتالیا۔ جاؤ عدالت میں جا کر دیکھ لو۔ ہم وہاں بھی تم سے نپٹ لیں گے۔

(لوموف لڑکھڑاتا ہوا باہر نکل جاتا ہے)

چوبوکوف۔ اس پاجی کو خدا غارت کرے۔ . . . .

(غصے سے گھبرایا ہوا پھرتا ہے)

نتالیا۔ موذی کہیں کا! اب کوئی ہمسایوں پر بھی کیا اعتبار کرے۔

چوبوکوف۔ گھامڑ! لفنگا!

نتالیا۔ ہونہہ! دیکھئے دوسروں کی زمین کو ہضم ہی کر لینا چاہتا ہے — پھر اوپر سے گالیاں بھی دیتا ہے۔

چوبوکوف۔ اور پھر جرأت دیکھو! اس پاجی کی۔ درخواست لے کر آیا ہے۔ گدھا کہیں کا۔ کیا نام! حد ہو گئی گستاخی کی! سوچو تو سہی درخواست!

نتالیا۔ درخواست کیسی؟

چوبوکوف۔ ہاں تو۔ اسی لئے تو یہاں آیا تھا — تمہاری شادی کی درخواست!

نتالیا۔ میری شادی کی؟ تو پھر آپ نے پہلے کیوں نہ بتایا؟

چوبوکوف۔ اسی لئے تو یوں بن ٹھن کر آیا تھا۔ موذی! گدھا!

نتالیا۔ مجھ سے شادی کی درخواست! آہ (ایک کرسی پر گر پڑتی ہے اور دفعتہً رونے لگتی ہے) اسے واپس لائیے! اسے واپس لائیے! آہ جلدی واپس لائیے۔

چوبوکوف۔ اسے؟ اسے واپس لاؤں؟

نتالیا۔ جلدی کیجئے ابا۔ جلدی! میرا سر گھوم رہا ہے اسے جلد واپس لائیے (بیہوش

ہو جاتی ہے)

چوبوکوف۔ ارے۔ ارے یہ کیا ہو گیا؟ (اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیتا ہے) اے خدا یہ کیا ہو گیا! کہاں ڈوب مروں۔ یہ کم بخت مجھے خبیانہ چھوڑیگا

نطالیا۔ بیں مری۔ اسے واپس لاؤ۔

چوبوکوف۔ ابھی گیا! چلاؤ مت! (بھاگ جاتا ہے)

نطالیا (تنہا روری ہے) ہائے ہم نے کیا کر دیا! کوئی اسے واپس لائے۔ کوئی اسے واپس لائے!

چوبوکوف (بھاگتا ہوا اندر آتا ہے) سُنو! کیا نام وہ ابھی آرہا ہے۔ لعنت خدا کی ..... میں اس سے بات نہ کروں گا..... تم جانو اور تمہارا کام....

نطالیا (رورہی ہے) اسے کوئی واپس لائے!

چوبوکوف۔ کہا جو ہے وہ ابھی واپس آرہا ہے۔ ارے خدا! ایک جوان بیٹی کا باپ ہونا کتنی آفت ہے۔ میں اپنے آپ کو ہلاک کر لوں گا۔ بس! میں تو کہیں کا نہ رہا۔ ہم نے اُسے گالیاں دی ہیں۔ دھتکار دیا ہے۔ ذلیل کیا ہے اور یہ سب کچھ تمہاری کرنی ہے..... تمہاری! تمہاری!!

نطالیا۔ میری ہرگز نہیں۔ آپ ہی کی ہے۔

چوبوکوف۔ اُف! یہ میرا ہی قصور ہے۔ میرا ہی (لوموف دروازے پر نمودار ہوتا ہے) اب تم خود اس سے بڑی باتیں کرو (باہر نکل جاتا ہے)

(لوموف خستہ درماندہ اندر داخل ہوتا ہے)

لوموف۔ دل کی دھڑکن نے مار ڈالا ہے..... ٹانگیں سُن ہو گئیں۔ کپنٹی میں

ٹیسیں اُٹھ رہی ہیں ......

نطالیا۔ از راہ عنایت معاف فرمائیے گا آئیون صاحب! ہم نے بڑی جلد بازی کی۔ اب مجھے یاد آیا "ولوائی" کے مرغزار واقعی ہی آپ کے ہیں۔

لوموف۔ میرا دل دھک دھک کر رہا ہے۔ مرغزار میرے ہیں... اُف! کوئی میرے دونوں پپوٹوں کی چٹکیاں لے رہا ہے۔

نطالیا۔ ہاں ہاں! وہ مرغزار آپ ہی کے ہیں۔ بیچ بیچ! تشریف رکھئے!۔ (دونوں بیٹھ جاتے ہیں) ہم سے بڑی غلطی ہوئی۔

لوموف۔ میں نے اصولی بات کی تھی.... زمین کی کیا ہستی ہے۔ اصول ہی دُنیا میں سب سے اہم چیز ہے۔ ...

نطالیا۔ بے شک اصول ہی تو ہے۔ اب کوئی اور بات کیجیے گا۔

لوموف۔ پھر اس لئے بھی کہ میرے پاس ثبوت ہیں۔ میری پھوپھی کی دادی نے آپ کے پر دادا کے مزارعوں کو.......

نطالیا۔ ہو چکا۔ اب چھوڑیئے بھی اس قصے کو......

(خود بخود۔ اب میں بات کیسے چھیڑوں؟ (لوموف سے) شکار کو کب جائیے گا۔ آپ؟

لوموف۔ کٹائی کے بعد مرغابی کے شکار کو جانے کا خیال ہے۔ محترمہ نطالیا! ہاں آپ نے کچھ سُنا۔ مجھ پر حال ہی میں ایک بڑی مصیبت آن پڑی۔ میرا موتی .... آپ نے دیکھا ہے نا موتی کو؟ اس بچارے کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔

نطالیا۔ اوہو! بے حد افسوس ہے! لیکن ٹانگ ٹوٹی کیسے؟

لوموف۔ مجھے علم نہیں۔۔۔۔ غالباً بھاگنے میں موقع آ گئی یا شاید کسی اور کُتے نے کاٹ لیا۔۔۔۔ (آہ بھرتا ہے) ہائے کیا بے نظیر کُتا تھا۔ کتنا قیمتی! آپ جانتی ہیں۔ میں نے میرونکاف کو اس کے بدلے اکیسو پچیس روبل دیئے تھے۔

نطالیا۔ آپ نے تو بہت زیادہ قیمت دی۔

لوموف۔ لیکن میں تو سمجھتا ہُوں مجھے بہت ہی سستا ہاتھ لگ گیا۔

نطالیا۔ ابا نے اپنے کُتے ہیرے کے لئے پچاس روبل دیئے تھے اور ہمارا ہیرا آپ کے موتی سے کئی گنا اچھا ہے۔

لوموف۔ ہیرا موتی سے اچھا کتا ہے؟ بالکل واہیات! (قہقہہ لگاتا ہے) ہیرا موتی سے کئی درجے اچھا ہو۔ ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔

نطالیا۔ ہاں اس میں کیا شک ہے۔ ہیرا ابھی بالکل بچہ ہے۔ ابھی پورا کُتا تو بنا نہیں۔ لیکن صوبے بھر میں ایک بھی کتا نہیں جو چستی و چالاکی میں اس سے آگا کھا سکے

لوموف۔ معاف کیجئے محترم نطالیا! لیکن آپ بھولتی ہیں۔ آپ کے ہیرے کے جبڑے کی ہڈی بہت ہی تنگ ہے اور جس کُتے کا جبڑا تنگ ہو۔ وہ بھلا کسی کام کا ہوتا ہے!

نطالیا۔ جبڑے کی ہڈی۔ میں نے پہلی بار آپ ہی سے یہ بات سُنی ہے۔

لوموف۔ یقین جانئے اس کا نچلا جبڑا اس کے اوپر کے جبڑے سے بہت چھوٹا ہے

نطالیا۔ لیکن آپ نے اُسے ماپ کر دیکھا تھا؟

لوموف۔ اس قسم کے کُتے دوڑنے میں تو خاصے ہوتے ہیں۔ لیکن شکار پر ان کی گرفت مضبوط نہیں ہوتی۔

نطالیا۔ اوّل تو ہمارا ہیرا بہترین نسل کا کُتا ہے۔ لیکن بھلا یہ تو بتلائیے آپ کا چتکبرا سا موتی کس نسل سے ہے؟ اور پھر ہے بالکل بُوڑھا۔ بھدّا اور ننگا۔

لوموف۔ بوڑھا تو ہے لیکن آپ کے نصف درجن ہیرے بھی ہوں تو میں اِس کے بدلے میں نہ لوں۔۔۔ ہاں! موتی تو کُتا ہے لیکن ہیرا ــــــ اس کا کُتوں میں نام نہیں آتا۔ ہر شکاری کے پاس آپ کے ہیرے جیسے کُتوں کے گلے کے گلے موجود ہیں۔ پچیس روبل میں تو ایسے کُتے عام مل جاتے ہیں۔

نطالیا۔ آج تو آپ نے جھوٹ کی حد ہی کر دی۔ پہلے تو آپ اُن مرغزاروں کو اپنا بتاتے تھے۔ اور اب آپ کو یہ ضد ہے کہ ہمارے ہیرے سے آپ کا موتی اچھا ہے۔ آپ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ماننے میں نہیں آتے۔ اِس موئے موتی جیسے سو کُتے بھی ہوں تو ہمارا ہیرا ان سب پر بھاری ہے۔ دل آپ کا مانتا ہے۔ لیکن کہنے کو اپنی ہی کہے جاتے ہیں۔

لوموف۔ اچھا تو آپ مجھے بالکل ہی احمق اور اندھا سمجھتی ہیں۔ آپ کے ہیرے کا جبڑا چھوٹا نہیں؟

نطالیا۔ ہرگز نہیں۔

لوموف۔ چھوٹا ہے۔

نطالیا (چلّا کر) میں کہتی ہوں نہیں۔

لوموف۔ لیکن بیگم صاحبہ آپ ناحق چلّا کیوں رہی ہیں؟

نطالیا۔ تو تم یہ بک بک کیوں کر رہے ہو۔ تم نے تو آج جان ہی کھالی۔ میرا بس ہو تو تمہارے موتی کو زہر ہی دے دوں۔ بڑے آئے ہیں ہیرے سے مقابلہ کرنے والے!

لوموف ۔ میری توبہ اس جھگڑے سے ——— اُف! ——!
میرا دل دھڑکنے لگا۔
نطالیا ۔ ہمیشہ ہی سے دیکھتی ہوں ——— تم جیسے مردوں کو شکار کے بارے میں کچھ پتہ تو ہوتا نہیں اور جاتے ہیں بحث کرنے!
موبوف ۔ بیگم خدارا خاموش ہو جائیے ——— میرا کلیجہ پھٹا چلا۔
نطالیا ۔ میں اس وقت تک چُپ نہ ہونگی۔ جب تک تم یہ نہ مان لو کہ ہیرا تمہارے موتی سے سوگنا اچھا ہے۔
لوموف ۔ سوگنا بدتر! خدا کرے باولا ہو کر مرے تمہارا ہیرا ——— ارے میری کنپٹیاں! اُف! میری آنکھیں! — میرے کندھے ....
نطالیا ۔ تمہارے کتے کو باولا ہو کر مرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پہلے ہی تو مُردوں سے کم نہیں۔
لوموف (رونے لگتا ہے) چُپ رہئیے! اب خدارا چپ رہئیے میرا دل پھٹا جا رہا ہے
نطالیا ۔ نہیں! میں چُپ نہیں ہوں گی۔
(چوبوکوف داخل ہوتا ہے)
چوبوکوف ۔ ارے اب کیا آبنی؟
نطالیا ۔ ابّا! مجھے سچ سچ بتائیے کس کا کتا اچھا ہے۔ ہمارا ہیرا یا اس کا موتی؟
لوموف ۔ مجھے خدارا ایک بات بتائیے۔ کیا آپ کے ہیرے کا جبڑا چھوٹا نہیں؟ خدا

لگتی کہئے گا۔

چوبوکوف۔ پھر ہوا کیا؟ اس سے فرق کیا پڑتا ہے؟ بہر حال اس سے بہتر کتا کیا نام... صوبے بھر میں نہیں۔

لوموف۔ لیکن موتی تو اس سے بھی بہتر ہے نا؟ ایمان سے کہئے گا۔

چوبوکوف۔ برخوردار! یہ تم جوش میں کیوں آرہے ہو! تمہارے موتی میں یقیناً خوبیاں بھی ہیں..... اچھی نسل کا ہے۔ ٹانگیں بڑے مزے کی ہیں اور کیا نام ڈیل ڈول بھی خاصی ہے۔ لیکن میں جانوں اس میں دو بڑے عیب بھی ہیں ایک تو وہ بوڑھا ہے۔ دوسرے اس کی ناک چپٹی ہے۔

لوموف۔ معاف کیجئے۔ مجھے دل کی دھڑکن کا عارضہ ہے... ذرا حقائق کی طرف نظر کیجئے..... آپ کو یاد ہوگا۔ باروسکی کی دوڑ میں میرا کتا نواب صاحب کے کتے کے پہلو بہ پہلو رہا۔ لیکن آپ کا ہیرا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ کوس بھر سے کم پیچھے نہیں ہوگا۔

چوبوکوف۔ ہاں! یہ ٹھیک ہے لیکن یہ بھی جانتے ہو کہ نواب کے شکاری نے اسے پہلے ہی کوڑا مار کر پیچھے کر دیا تھا؟

لوموف۔ مستحق بھی تو وہ اس بات کا تھا۔ باقی سب کتے تو لومڑی کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ اور ہیرا ہی تھا جو ایک بھیڑ پہ گر پڑا۔

چوبوکوف۔ ہرگز نہیں۔ عزیز! میری طبیعت میں ذرا تیزی ہے اس لئے اس قسم کی بات چیت کو بند ہی کر دو۔ شکاری نے ہیرے کو اس لئے چابک لگایا کہ — کسی اور کا کتا ہو تو یہ لوگ حسد کے مارے جل بھن ہی جاتے ہیں۔

.... ہاں! اور صاحب آپ بھی تو اس الزام سے بری نہیں۔ مثلاً جونہی تم نے دیکھا کہ کسی اور کا کتا واقعی تمہارے موتی سے بڑھ کر ہے تو کیا نام تم نے بھی لے دے شروع کر دی۔ مجھے سب یاد ہے۔

لوموف۔ مجھے بھی تو بھولا نہیں۔

چوبوکوف (اسکی نقل اُتارتا ہے) مجھے بھی تو بھولا نہیں۔ آخر تمہیں یاد کیا ہے۔

لوموف۔ اُف! میرا دل دھڑکنے لگا۔ میری ٹانگیں سُن ہوگئیں۔ میں مرا۔

نطالیا۔ (اسکی نقل اُتارتے ہوئے) میرا دل دھڑکنے لگا۔ آئے ہیں بڑے شکاری شکار کھیلنے کی بجائے باورچی خانہ میں بیٹھ کر مکھیاں مارا کرتے تو اچھا ہوتا۔ دھڑکن..... دھڑکن!!

چوبوکوف۔ ہاں! واللہ تمہیں شکار سے کیا تعلق؟ اگر دل کی دھڑکن ہے تو گھوڑے پر چڑھنے کے بجائے بستر میں دبکے رہا کرو۔ شکار بھی بڑی خوشی سے کھیلو لیکن کیا نام... دوسروں کے کتوں پر رائے زنی کرنا کیا معنی؟ چلو یہ قصہ ہی چھوڑو۔ مجھے غصہ آگیا تو اچھا نہ ہوگا۔ تمہیں شکاری کون کہتا ہے؟

لوموف۔ اور آپ کہاں کے ایسے شکاری ہیں؟ نواب سے مل ملا کر سازشیں کرنا ہوتی ہیں۔ تو شکار کا بہانہ ٹھہرا لیتے ہیں۔ اُف میرا دل.... سازشی کہیں کے!.........

چوبوکوف۔ ارے میں سازشیں کیا کرتا ہوں؟ (چلاتا ہے) خاموش بک بک نہ کرو!

لوموف۔ سازشی کہیں کا۔

چوبوکوف - احمق !

لوموف - گدھا

چوبوکوف - میں کہتا ہوں۔ بکو مت! ورنہ تمہارا سر اڑا دوں گا! کمینے!

لوموف - بچہ بچہ جانتا ہے ___ اُف میرا دل!.... کہ تمہاری بیوی تمہیں پیٹا کرتی تھی.... ہائے میری ٹانگیں.... میرا سر.... میری آنکھیں ..... مجھے لینا۔ میں چلا...... اُف! میں چلا۔

چوبوکوف - اور تم بھی تو اپنی خادمہ کے ڈر سے سر چھپاتے پھرتے ہو۔

لوموف - اُف۔ اوخ! اوخ!.... اُوخ! میرا دل پھٹ گیا۔ اور میرے کندھے کہاں گئے! میری ٹانگوں کو کیا ہوا۔ میں مرا (کرسی پر گر پڑتا ہے) ڈاکٹر! (بے ہوش ہو جاتا ہے)

چوبوکوف - احمق! اُلو! گدھا!

لوموف - مجھے غش آنے لگا (پانی پیتا ہے) ہائے غش!

نطالیا - بڑا شکاری کہیں کا۔ گھوڑے پر تو بیٹھنا آتا نہیں اور.... (اپنے باپ سے) ابا دیکھنا تو اسے کیا ہو گیا؟ ابا دیکھنا (چیختی ہے) آئیون! یہ تو مر گیا!

چوبوکوف - مجھے غش آ رہا ہے۔ میرا دم گھٹ رہا ہے! کھڑکی کھولنا!

نطالیا - ابا! وہ مر گیا! (لوموف کی آستین پکڑ کر ہلاتی ہے) آئیون! آئیون! آہ ہم نے کیا کر دیا! یہ تو مر ہی گیا (کرسی پر گر پڑتی ہے) ڈاکٹر! ڈاکٹر!

چوبوکوف - اُوخ! یہ کیا ہو گیا! تم کیا چاہتی ہو؟

نطالیا (روتی ہے) ہائے وہ مر گیا! ہائے وہ مر گیا!

چوبوکوف۔ کون؟ ارے کون مرا؟ (لوموف کی طرف دیکھتا ہے) سچ مچ وہ مر گیا!۔ خدایا! پانی! ڈاکٹر! (پانی کا گلاس لے کر لوموف کے ہونٹوں سے لگاتا ہے) پیو! اُف! یہ نہیں پیتا! یہ تو مر گیا! کیا نام ــــ ارے کوئی میرا پستول لا دو۔ مَیں خودکشی کروں۔ مجھے اپنا گلا کاٹ لینے دو۔ کوئی مجھے چاقو لا دو ــ میرا پستول! (لوموف ذراسی جُنبش کرتا ہے) ہائیں یہ تو زندہ ہونے لگا۔ تو تھوڑا سا پانی پی لو ــــــ ٹھیک!

لوموف۔ اُف مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔ مَیں کہاں ہُوں؟

چوبوکوف۔ اُٹھو کم بخت! جلدی شادی کر لو۔ نطالیا نے قبول کر لیا (اپنی بیٹی اور لوموف کے ہاتھ باہم ملا دیتا ہے) کیا نام۔ نطالیا نے مان لیا۔ خدا تمھیں برکت دے۔ اب میرا پیچھا چھوڑ دو!

لوموف۔ ہَیں؟ واقعی؟ (اُٹھ بیٹھتا ہے) کس نے؟ کون؟

چوبوکوف۔ نطالیا تمھیں قبول کرتی ہے۔ کیوں؟ کیسی رہی؟ ہاتھ ملاؤ۔ . . . اور کہیں دفعہ ہو جاؤ!

نطالیا (روتی ہے) آخر وہ زندہ ہے۔ ہاں ہاں! ہاں!! مَیں قبول کرتی ہُوں۔

چوبوکوف۔ ہاتھ ملاؤ!

لوموف۔ سچ مچ؟ کس سے؟ (نطالیا سے مصافحہ کرتا ہے) اب میرا جی خوش ہو گیا۔ معاف کرنا۔ بات کیا تھی؟ ہاں! ہاں!! مَیں سب کچھ سمجھتا ہُوں۔ میرا دل دھڑک رہا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔ مَیں خوش ہُوں نطالیا (اس کا ہاتھ چومتا ہے) . . . . میری ٹانگیں سُن ہو گئیں!

نطالیا۔ مَیں..... مَیں بھی بڑی خوش ہُوں۔

چوبوکوف۔ میرے دل کا بوجھ اُتر گیا ــــــ اُف!

نطالیا۔ لیکن..... اب بھی آپ کو یہ ماننا پڑے گا کہ موتی ہمارے ہیرے جیسا نہیں۔

لوموف۔ وہ اس سے کئی گنا اچھا ہے!

نطالیا۔ ہرگز نہیں۔ کئی گنا بُرا ہے۔

چوبوکوف۔ لیجئے ان کی گھریلو زندگی کی تمام خوشیاں ابھی سے شروع ہوگئیں۔
کوئی شراب لاؤ۔

لوموف۔ موتی بہتر ہے۔

نطالیا۔ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!! ہرگز نہیں!!!

چوبوکوف (شور مچا کر ان کی آواز کو دبانا چاہتا ہے) ارے شراب لاؤ۔ شراب
شراب!۔

ایک صبح

افراد

ڈونا لارا . . . .

پیٹرا . . . . اس کی خادمہ

دان غنزالو . . . .

جناطو . . . . اس کا خادم

منظر۔ میڈرڈ (سپین) کے باغ کا خاموش کونہ

دور حاضر۔

منظر۔ (میڈرڈ کے ایک باغ کا خاموش کونہ۔ جاڑے کا موسم۔ دائیں جانب ایک بنچ نظر آتا ہے۔ ڈونا لارا ایک ستر سالہ بوڑھی خاتون۔ تمام بال سپید ہیں۔ پوشاک اور خط و خال سے عالی نسبی ٹپکتی ہے۔ آنکھوں کی چمک اور اسکی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیری کے باوجود دنیا سے مایوس نہیں ہوئی۔ اپنی خادمہ پیٹرا کے کاندھے پر جھکی ہوئی داخل ہوتی ہے دوسرے ہاتھ میں ایک چھاتا ہے۔

جو چھڑی کا کام دے رہا ہے)

دونا لارا۔ آہا! مجھے یہاں پہنچکر کس قدر مسرت ہوتی ہے۔ مجھے ڈر تھا کہ میری جگہ پر کوئی اور نہ آبیٹھا ہو۔ کس قدر سہانی اور روح پرور صبح ہے!

پیطرا۔ دھوپ ذرا چبھتی ہے۔

لارا۔ ہاں! تم تو ابھی بیس سال کی ہو۔ نا —— (بنچ پر بیٹھتے ہوئے) آج تو ذرا تکان زیادہ معلوم ہوتا ہے (پیطرا کو غور سے دیکھتی ہے جو تھوڑی سی مضطرب نظر آتی ہے) جاؤ! چھوکری! تمہارا محافظ تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔

پیطرا۔ بیگم صاحبہ! وہ میرا محافظ نہیں باغ کا محافظ ہے۔

لارا۔ (ہنستے ہوئے) میں جانتی ہوں چھوکری! باغ کی نسبت وہ تمہاری زیادہ حفاظت کرتا ہے۔ بڑی خوشی سے جاؤ۔ لیکن بہت دور نہ چلی جانا۔

پیطرا۔ ہاں بیگم صاحبہ! وہ میرا وہاں انتظار کر رہا ہوگا۔

لارا۔ دیکھو! دس منٹ سے زیادہ نہ ٹھہرنا۔

پیطرا۔ بہت اچھا بیگم صاحبہ!

(دائیں طرف جاتی ہے)

لارا۔ پیطرا ایک بات سنتی جاؤ۔

پیطرا۔ بیگم صاحبہ کیا ارشاد ہے؟

لارا۔ وہ روٹی کے ٹکڑے مجھے دیتی جاؤ۔

پیطرا۔ میری حالت کچھ غیر سی ہو رہی ہے۔

لارا۔ (کھلکھلا کر ہنستے ہوئے) اری تمہاری حالت کیوں نہ غیر ہو۔ جہاں دل ہوگا۔

وہاں تم ہوگی! کیوں! ٹھیک ہے نا؟

پیطرا - یہ لیجئے بیگم صاحبہ!

(وہ لارا کے ہاتھ میں چھوٹا سا تھیلا دیتی ہے اور دائیں جانب چلی جاتی ہے)

لارا (دائیں جانب درختوں کی طرف دیکھتی ہے) وہ آئے! انہیں میرے آنے کا وقت معلوم ہے (اٹھتی ہے اور ٹکڑوں کی دو تین مٹھیاں بھر کر دائیں طرف پھینکتی ہے) تو چپل یہ تمہارے لئے اور یہ پیٹو تمہارے لئے اور یہ چھوٹے بچوں کے لئے جو بڑے ضدی واقع ہوئے ہیں۔

(وہ ہنستی ہوئی اپنی جگہ پر آتی ہے اور نہایت مسرت سے کبوتروں کی طرف دیکھتی ہے جو نہایت سرعت سے ٹکڑے کھا رہے ہیں)

وہ بڑا کبوتر تو سب سے پہلے پہنچتا ہے۔ میں تو اس کے موٹے سر سے پہچان لیتی ہوں۔ لو دو تین اور آ گئے۔ وہ چھوٹا سُرخا تو بالکل نڈر ہے وہ تو میرے ہاتھ سے بھی لے لیگا۔ وہ فلاسفر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ٹکڑا لیکر درخت کی ٹہنی پر اکیلا جا بیٹھا ہے۔ معلوم نہیں یہ آتے کہاں سے ہیں؟ آپس میں لڑتے کیوں ہو؟ بجلی کی طرح میرے آنیکی خبر ان میں پھیل جاتی ہے۔ ہاہا! ارے آپس میں لڑتے کیوں ہو؟ آج اسی میں گزارا کر لو۔ کل اس سے زیادہ لاؤں گی۔

(ڈان غنزالو اور جناطو بائیں جانب سے آتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ غنزالو کی عمر ستر سال کے قریب ہوگی۔ وجع مفاصل کا مریض ہے۔ حرکات سے بے چینی ٹپکتی ہے۔ جناطو کے کاندھے پر سہارا لئے ہوئے پاؤں گھسیٹتا ہوا داخل ہوتا ہے)

غنزالو۔ کم بخت یہ لوگ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں اس سے تو گرجا میں نماز ادا کریں

تو ان کے لئے بہتر ہو۔
جناطو۔ آقا! یہیں تشریف رکھیئے۔ وہاں ایک خاتون بیٹھی ہے۔
غزالو۔ نہیں جناطو! میں خالی بنچ پر بیٹھوں گا۔
جناطو۔ لیکن اس وقت خالی کوئی نظر نہیں آتا۔
غزالو۔ وہاں میرا بنچ تو ہے۔
جناطو۔ اس پر تین پادری بیٹھے ہیں۔
غزالو۔ ہیں! دفع کرو۔ ان کو۔ کیا وہ جائیں گے نہیں؟
جناطو۔ نہیں! آقا! وہ تو باتیں کر رہے ہیں۔
غزالو۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نیچے گیلا سیمنٹ لگا ہوا ہے۔ وہ تو نہیں اُٹھیں گے۔ چلو اس طرف دیکھیں۔
(وہ دائیں جانب جاتے ہیں)
لارا۔ (غُصّے سے) دیکھ کر چلیئے جناب!
غزالو۔ کیا آپ مجھے کہہ رہی ہیں؟
لارا۔ ہاں! ہاں! آپ کو۔
غزالو۔ کہیئے ارشاد ہے؟
لارا۔ میرے ٹکڑوں پر وہ کبوتر پل رہے تھے آپ نے بلا وجہ انہیں ڈرا دیا ہے۔
غزالو۔ مجھے کبوتروں کی کیا پرواہ ہے۔
لارا۔ مجھے تو ہے۔
غزالو۔ تو ہوا کرے۔ یہ ایک پبلک پارک ہے۔

لارا ۔ ہاں تو اسی لئے گنگنا رہے تھے کہ ان پادریوں نے تمہارا بنچ چھین لیا ہے؟

غزالو ۔ دیکھئے خاتون! ابھی تک ہم ایک دوسرے سے اجنبی ہیں ۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ کیوں اس قدر بے تکلف ہوئی جا رہی ہیں ۔ آؤ جنا طو!

(دونوں دائیں طرف چلے جاتے ہیں)

لارا ۔ کس قدر چڑچڑے مزاج کا آدمی ہے ۔ میں نہیں سمجھتی کہ یہ مرد وے اس عمر کو پہنچکر اس قدر تند اور اڑیل کیوں ہو جاتے ہیں ۔ (دائیں جانب دیکھتی ہے) اچھا ہوا ۔ وہ بنچ بھی رُک گیا ۔ میرے کبوتروں کو ڈرانے کی سزا مل گئی ہے —— اب غصے سے بھرا جا رہا ہے ۔ پیٹ میں بل پڑ رہے ہوں گے —— اب تو ماتھے سے پسینہ بھی پونچھنے لگا ہے ۔ وہ اسطرف آ رہا ہے ۔ کم بخت چلنے وقت موٹر لاری سے بھی زیادہ گرد اُڑاتا ہے ۔

(غزالو اور جنا طو دونوں دائیں جانب سے داخل ہوتے ہیں اور بائیں جانب بڑھتے جا رہے ہیں)

غزالو ۔ جنا طو! وہ پادری دفع ہوئے ہیں یا نہیں؟

جنا طو ۔ آقا! وہ تو ابھی تک وہاں ہی ہیں ۔

غزالو ۔ حکام کو چاہیئے کہ ان دنوں زیادہ بنچ رکھوا دیا کریں ۔ اب اس خاتون کے ساتھ بیٹھنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ۔

(گنگناتا ہوا بنچ کے نزدیک آتا ہے ۔ اور نہایت مضطرب سا ہو کر دوسرے سرے پر بیٹھ جاتا ہے ۔ اور نہایت غصے کی حالت میں لارا کی طرف دیکھتا ہے —— اپنی ٹوپی کو تھوڑا سا اُٹھاتا ہے)

غزالو۔ تسلیمات!

لارا۔ کیا پھر یہاں آ گئے؟

غزالو۔ مجھے پھر اسی بات کو دہرانا پڑے گا کہ ہم ابھی تک ایک دوسرے سے اجنبی ہیں۔ اور ——

لارا۔ لیکن میں تو سلام کا جواب دے رہی تھی۔

غزالو۔ سلام کا جواب سلام ہوتا ہے اور بس۔

لارا۔ یہاں بیٹھنے سے پیشتر آپ کو مجھ سے اجازت لینی چاہیئے تھی۔

غزالو۔ یہ بینچ پبلک کی ملکیت ہے۔

لارا۔ ابھی ابھی تم کہہ رہے تھے کہ وہ بینچ تمہارا ہے۔ جس پر پادری بیٹھے ہیں۔

غزالو۔ اچھا! اچھا! میں زیادہ بک بک نہیں کرنا چاہتا (دانت پیستے ہوئے خفیف لہجے میں) معلوم نہیں یہ عورتیں یہاں پر کیوں آ جاتی ہیں یہ تو گھر بیٹھ کر کشیدہ کاری کریں یا اپنی مالا کے دانے گنتی رہیں تو اچھا ہو۔

لارا۔ کیوں بڑبڑا رہے ہو۔ تمہیں خوش کرنے کے لئے میں یہاں سے اُٹھ تو نہ جاؤنگی!

غزالو (اپنے بوٹ سے رومال کے ساتھ گرد جھاڑتے ہوئے) اگر اس وقت تھوڑا سا چھڑکاؤ ہو جایا کرے تو کیسا اچھا ہو۔

لارا۔ آپ اپنے رومال کو برش بھی بنا لیتے ہیں؟

غزالو۔ کیوں نہیں؟

لارا۔ تو آپ اپنے برش کو رومال بھی بنا لیتے ہوں گے۔

غزالو۔ آپ کو میرے کام میں مداخلت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

لارا۔ حق ہمسائیگی۔

غزالو۔ جناطو! میری کتاب لاؤ۔ میں یہ فضول باتیں سُننا نہیں چاہتا۔

لارا۔ آپ تو بہت با اخلاق معلوم ہوتے ہیں!

غزالو۔ معاف رکھئے بیگم صاحبہ! آپ کو کبھی بھی دوسرے آدمی کے کام میں مداخلت نہیں کرنی چاہیئے۔

لارا۔ میں تو وہی کہتی ہوں جو میرے ذہن میں ہوتا ہے۔

غزالو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ جناطو! لاؤ اِدھر میری کتاب!

جناطو۔ یہ رہی آقا!

(جناطو اپنی جیب سے کتاب نکالتا ہے اور اپنے آقا کے ہاتھ میں دیتا ہے۔ اور دائیں جانب سے کھسک جاتا ہے)

(غزالو لارا کی طرف عتاب آمیز نگاہوں سے دیکھتا ہے اور بڑے بڑے شیشوں والی عینک باہر نکالتا ہے اور پھر دوسری پڑھنے والی عینک اِس کے اُوپر چڑھا لیتا ہے اور کتاب کھولتا ہے۔)

لارا۔ مجھے خیال پیدا ہو رہا تھا کہ آپ دُوربین نکالنے لگے ہیں۔

غزالو۔ تم ابھی تک یہاں ہو۔

لارا۔ ہاں! اب تو تمہاری نظر ذرا تیز ہو چکی ہوگی۔

غزالو۔ ہاں! تم سے بھی زیادہ۔

لارا۔ بہت خوب!

غزالو۔ ذرا خرگوشوں اور بٹیروں سے پُوچھ لو۔

لارا۔ اوہو! کیا آپ شکار کا شوق بھی فرمایا کرتے ہیں؟

عزرائیل۔ کیا کہا؟ میں نے بہت شکار کھیلا ہے اور اب بھی ——

لارا۔ کیا کہنے ہیں آپ کے!

عزرائیل۔ بیگم صاحبہ! میں تو ہر صبح اپنے کتے اور بندوق کے ساتھ باہر جایا کرتا ہوں اور راہ دا کے تعلقہ میں جا کر شکار کھیلتا اور وقت کاٹتا تھا۔

لارا۔ میرے خیال میں آپ وہاں وقت کا گلا کاٹنے کے سوا اور کچھ نہ مار سکتے ہوں گے

عزرائیل۔ کیا کہا؟ تمہارا یہ خیال ہے تو میں اپنے کمرے میں ایک جنگلی سؤر کا سر لٹکا ہوا دکھا سکتا ہوں۔

لارا۔ اور میں اپنے سنگھار کے کمرے میں شیر کی کھال نیچے بچھی ہوئی دکھا سکتی ہوں۔ کہو۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

عزرائیل۔ بہت اچھا بیگم صاحبہ! آپ میرا وقت ضائع نہ کریں مجھے کتاب پڑھنے دیں

لارا۔ بس! تھک گئے؟

عزرائیل۔ لیکن میں نے تو ابھی نسوار بھی لینی ہے (نسوار کی ڈبیا نکالتا ہے) کیا آپ شوق فرمائیں گی؟

لارا۔ ہاں! بشرطیکہ نسوار اعلیٰ قسم کی ہو۔

عزرائیل۔ اس سے بہتر کوئی نسوار نہیں ہو سکتی۔ آپ اسے پسند کریں گی۔

لارا (چٹکی نتھنوں میں چڑھاتے ہوئے) اس سے میری تمام دماغی تکان دور ہو جاتی ہے۔

عزرائیل۔ اور میری بھی۔

لارا۔ کیا تم چھینکو گے؟

غزالو۔ ہاں! تین مرتبہ۔

لارا۔ اور میں بھی تین مرتبہ چھینکتی ہوں۔ کیا اتفاق کی بات ہے!
(نسوار لینے کے بعد دونوں منہ کھول بیٹھ جاتے ہیں اور چھینکوں کا انتظار کرتے ہیں اور تین مرتبہ یکے بعد دیگرے چھینکتے ہیں)

غزالو۔ بہت ہلکا محسوس ہونے لگا ہوں۔

لارا۔ اور میں بھی (علیحدہ) اس نسوار نے ہمارے درمیان مفاہمت پیدا کر دی ہے۔

غزالو۔ غالباً آپ معاف کریں گی۔ میں ذرا بلند آواز سے پڑھتا ہوں۔

لارا۔ بڑی خوشی سے۔ میں ہرگز بُرا نہ مانوں۔

غزالو (پڑھتا ہے) "محبت ہمیشہ سوگوار رہتی ہے۔ سوگوار ہونے کے باوجود یہ بہترین چیز ہے۔ جو ہمیں اس دنیا میں میسر آئی ہے۔" ریکمپو ہور کا قول ہے۔

لارا۔ بہت خوب!

غزالو۔ (پڑھتا ہے) "اے ماؤں کے بیٹو! جن سے ہیں نے ایک دفعہ محبت کی تھی۔ آج مجھے پھر بوسہ دو کیونکہ ـــــ" غالباً یہ مزاحیہ رنگ میں ہے

لارا۔ (ہنستے ہوئے) ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے۔

غزالو۔ یہ ایک بہت بلند پایہ نظموں کا مجموعہ ہے۔ یہ دیکھیے "تاتیس سال کے بعد"۔

لارا۔ آپ کو ان بڑی عینکوں کے ساتھ پڑھتے دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہو رہی ہے۔

غزالو۔ کیا آپ بغیر عینک کے پڑھ سکتی ہیں؟

لارا۔ یقیناً۔

غزالو۔ اس عمر میں؟ آپ مذاق کر رہی ہیں!

لارا۔ ادھر دیجئے کتاب (کتاب ہاتھ میں لے کر بلند آواز سے پڑھتی ہے)

"بیس سال کے بعد وہ واپس آیا اور وہ ایک دوسرے کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر حیرت سے دیکھنے لگے۔ اے خدا! کیا یہ وہی میرا دلآرام ہے۔ اے خدا! کیا یہ وہی میری محبوبہ ہے!

(لارا کتاب واپس دیتی ہے)

غزالو۔ مجھے آپ کی تیزئ نظر پر رشک ہو رہا ہے۔

لارا (علیحدہ) یہ نظم تو مجھے زبانی یاد ہے۔

غزالو۔ میں رومان انگیز اشعار کو بہت پسند کرتا ہوں۔ اور جوانی میں تو میں بھی شعر کہا کرتا تھا۔

لارا۔ بلند پایہ شعر؟

غزالو۔ ہر قسم کے۔ اسپرالینڈ میرا گہرا دوست تھا۔ زریلا سے میں پہلے امریکہ میں ملا تھا۔

لارا۔ تو کیا آپ امریکہ سے بھی ہو آئے ہیں؟

غزالو۔ کئی دفعہ۔ جب میں پہلی مرتبہ وہاں گیا تھا تو اس وقت میری عمر چھ سال کی تھی۔

لارا۔ غالباً اس وقت کولمبس کے قافلہ کے ساتھ گئے ہوں گے!

غزالو (ہنستے ہوئے) خیر! میں اتنا بوڑھا تو نہیں۔ میں نے فرڈنینڈ اُدرازابلا کا زمانہ بھی نہیں دیکھا (دونوں ہنستے ہیں) میں کمپو مور شاعر کا عزیز دوست تھا۔ والینیا میں میری ملاقات اس سے ہوئی تھی۔ میں وہاں کا باشندہ ہوں نا۔

لارا۔ اچھا؟

غزالو۔ اپنا بچپن میں نے وہاں ہی گذارا ہے۔ کیا آپ کبھی وہاں گئی ہیں۔

لارا۔ ہاں! والینیا کے نزدیک ہی ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ معلوم نہیں اب وہاں ہے یا نہیں —— اس سے میری رنگین یادیں اب تک وابستہ ہیں۔ میں بہت عرصے تک وہاں رہی ہوں۔ اور اس واقعہ کو بہت عرصہ گذر چکا ہے —— آہ سمندر کے کنارے وہ گاؤں اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کا نام بھول گئی ہوں۔ ہاں! ذرا ٹھہرنا۔ یاد کروں —— ہوں —— ہاں مارسلا! ——

غزالو۔ مارسلا؟

لارا۔ ہاں! مارسلا۔ کیا آپ کو بھی اس سے کچھ وابستگی ہے؟

غزالو۔ حد سے زیادہ۔ اگر میرا حافظ میری مدد کرے —— کم بخت بڑھاپے میں آدمی بہت کچھ بھول جاتا ہے نا —— تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مارسلا میں ایک بے حد حسین لڑکی رہا کرتی تھی۔ اس کے بعد میں نے ویسا حسن کسی میں بھی نہیں پایا۔ میں بہت عورتوں سے ملا ہوں۔ لیکن اس کے سامنے سب ہیچ ہیں۔ ہاں! اس کا نام —— مجھے یاد کر لینے دو —— کیا؟ —— ہاں! لالارا —— لارا —— لارا اوز لطے

لارا۔ (چونک کر) لارا لو نطے)

غزالو۔ ہاں!

(دونوں ایک دوسرے کی طرف نہایت غور سے دیکھتے ہیں)

لارا (سنبھل کر) آپ نے میرے ایک گہرے دوست کی یاد کو تازہ کر دیا ہے۔

غزالو۔ کیسی عجیب بات ہے!

لارا۔ بالکل عجیب! اس کو "نقرئی حسینہ" کہا جاتا تھا۔

غزالو۔ بالکل ٹھیک! نقرئی حسینہ۔ گرد و نواح میں اسی نام سے اسے پکارا جاتا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ میں اس وقت اسے اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں — کھڑکی کے سامنے گلاب کے پھولوں کیلئے کھڑی ہے۔ آپکو وہ کھڑکی یاد ہے نا!

لارا۔ ہاں! اس کے کمرے کی کھڑکی!

غزالو۔ ان دنوں وہ گھنٹوں اس کھڑکی کے سامنے کھڑی رہتی تھی۔

لارا۔ بالکل ٹھیک!

غزالو۔ وہ حسن کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی۔ کنول کی طرح خوبصورت۔ سیاہ اور بڑی بڑی آنکھیں۔ لمبے اور گھنے سیاہ بال چہرے پر ایک غیر معمولی دلکشی جس طرف دیکھتی اُس طرف اس کے حُسن کی کرنیں پھیل جاتیں۔ میں تو اس وقت کہا کرتا تھا۔ خدا نے نور کے سانچے میں اس کو ڈھالا ہے۔ وہ ایک حسین خواب کی طرح تھی۔

لارا۔ (علیحدہ) اگر اس بگلے کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ خواب اس کے ساتھ بنچ پر بیٹھی ہے تو اس پر خواب کی حقیقت آشکار ہو جائے (بلند آواز سے) وہ بیچاری

بدقسمتی تھی کہ ایک سوگوار داستان عشق سے اس کو واسطہ پڑا۔

غزالو۔ ہاں! بہت سوگوار۔

(ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں)

لارا۔ کیا آپ کو معلوم ہے؟

غزالو۔ ہاں!

لارا۔ خدا کے بھید بھی نیارے ہیں!

غزالو۔ وہ جانثار عاشق۔

لارا۔ ہاں! مبارزت میں۔

غزالو۔ بالکل ٹھیک۔ مبارزت۔ وہ میرا چچازاد بھائی تھا۔ وہ اسے بہت چاہتی تھی۔

لارا۔ اچھا؟ میری ایک سہیلی نے مجھے تمام واقعہ کی اطلاع دی تھی۔ آہ! کس قدر رومان انگیز! وہ ہر صبح گھوڑے پر سوار ہو کر نقرئی حسینہ کی کھڑکی کے نیچے سے گزرا کرتا تھا اور پھولوں کا ایک ہار اس پر پھینکا کرتا۔ جس کو وہ جھپٹ لیا کرتی۔

غزالو۔ اور شام کے وقت وہ بہادر نوجوان اسی راستے سے واپس آیا کرتا۔ تو وہ نقرئی حسینہ پھولوں کا ایک ہار اس پر پھینکا کرتی تو وہ جھپٹ لیا کرتا۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟

لارا۔ ہاں! جبر اً اس کی شادی ایک ایسے سوداگر سے کی جانے والی تھی۔ جس کو وہ بالکل نہ چاہتی تھی۔

غزالو۔ ہاں! اور ایک رات جبکہ میرا چچازاد بھائی کھڑکی کے نیچے اس کا انتظار کر رہا تھا تو وہ سوداگر اچانک وہاں آ گیا!

لارا۔ اور تمہارے چچازاد بھائی کی توہین کی۔

غزالو۔ اس سے ایک فضیحتا کھڑا ہو گیا۔

لارا۔ اور پھر مبارزت کا اعلان ہوا۔

غزالو۔ صبح کے وقت سمندر کے ساحل پر ان کی مبارزت ہوئی۔ وہ سوداگر بری طرح زخمی ہوا۔ جس کی وجہ سے میرا چچازاد بھائی کچھ دنوں تک تو چھپا رہا۔ پھر وہاں سے فرار ہو گیا۔

لارا۔ آپ کو تو سب باتوں کا علم ہے۔

غزالو۔ اور آپ کو بھی!

لارا۔ میں نے آپ سے کہا نہ تھا کہ میری ایک سہیلی نے مجھے تمام واقعہ لکھا ہے۔

غزالو۔ اور مجھے میرے چچازاد بھائی نے سب کچھ بتایا تھا (علیحدہ) ہو نہ ہو یہی لارا ہے!

لارا (علیحدہ) اس پر کیوں راز افشا کروں۔ اس کو تو میرا وہم و گمان بھی نہیں۔

غزالو (علیحدہ) مجھے یہ بالکل نہیں پہچان سکی۔

لارا۔ ہاں! تو کیا آپ نے اپنے بھائی کو یہ تلقین کی تھی کہ لارا کو بالکل بھول جائے۔

غزالو۔ کیا کہوں وہ تو اسے ایک لمحہ بھی نہ بھول سکا۔

لارا۔ آپ کو کچھ اس کا حال معلوم ہے؟

غزالو۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ مبارزت کے بعد وہ کئی دن تک میرے مکان میں روپوش رہا۔ اس خوف سے کہ کہیں اس پر کوئی آفت نازل نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس سوداگر کا شہر میں حکام سے بہت رسوخ تھا۔ میرے مکان سے بھاگ کر وہ سوائل میں چلا گیا۔ وہاں سے ہوتا ہوا میڈرڈ آیا۔ یہاں سے اس نے

لارا کو بہت خطوط لکھے —— محبت بھرے اور شعروں میں۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ وہ تمام خطوط لارا کے والد کے ہاتھ میں آتے رہے کیونکہ ان میں سے ایک کا بھی جواب نہ آیا۔ غزالو مایوس ہو گیا۔ اور ہمیشہ کے لئے مایوس ہو گیا اور افریقہ میں جا کر جنگ میں ایک شاندار موت سے ہمکنار ہوا۔ سپین کا پرچم اس کے ہاتھ میں تھا اور زبان پر لارا کا نام تھا۔

لارا (علیحدہ) کم بخت کس قدر جھوٹ بول رہا ہے۔

غزالو (علیحدہ) میں اپنا شاندار انجام اس سے بہتر الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔

لارا۔ آپ کو تو بہت صدمہ ہوا ہو گا۔

غزالو۔ ہاں! بیگم صاحبہ! میں اسے حقیقی بھائی سے بھی زیادہ عزیز سمجھتا تھا۔ لیکن افسوس لارا کچھ تھوڑے دنوں کے بعد خوش و خرم باغ میں تیتریاں پکڑ رہی تھی۔ اس پر مطلق اثر نہ ہوا۔

لارا۔ نہیں جناب۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

غزالو۔ اجی! عورت ذات میں وفا کہاں؟

لارا۔ خواہ کچھ بھی ہو۔ لیکن لعقرنی حسینہ عام عورتوں سی نہ تھی۔ وہ میری سہیلی تھی۔ میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ بچاری اس کے خط کا ہر روز انتظار کرتی۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا آخر کار وہ مایوس ہو گئی اور ایک شام جبکہ آسمان پر کہیں کہیں تارے ٹمٹمانے لگے تھے۔ وہ دیوانہ وار گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ جہاں تمہارے بھائی نے جانبازی کی تھی۔ اور اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے میدان مارا تھا۔ وہاں ریت پر اس نے اپنے محبوب کا نام لکھا

پھر چٹان پر بیٹھ کر اسکی نگاہیں افق میں جذب ہوگئیں۔ لہریں اپنا گیت
گاتی ہوئی آئیں اور اس کے قدموں سے لپٹ کر اسے سمندر کے عین
وسط تک بہالے گئیں۔

غزالو۔ اُف! یا خدا!

لارا۔ ماہی گیر اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اس واقعہ کے بُہت دنوں بعد
ریت پر لکھا ہُوا نام موجود تھا (علیحدہ) کیوں!! اسا تھیں بھی معلوم ہوگیا
ہوگا کہ میں نے کس خوبصورتی سے اپنا خاتمہ کیا ہے۔

غزالو (علیحدہ) جھوٹ میں تو اس نے میرے کان بھی کتر لئے۔

لارا۔ آہ بیچاری لارا!

غزالو۔ آہ! بیچارا غزالو!

لارا (علیحدہ) میں اسے نہ بتاؤنگی کہ میں نے دو سال بعد شادی کرلی تھی۔

غزالو (علیحدہ) میں یہ بات چھپائے رکھوں گا کہ میں ایک رقاصہ کے ساتھ
پیرس بھاگ گیا تھا۔

لارا۔ قسمت کے کھیل بھی عجیب ہیں! یہاں پر ہم دونوں بالکل اجنبی ہیں لیکن
اتفاق سے اپنے دیرینہ دوستوں کے ایک عجیب رومان کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔

غزالو۔ اور مزا تو یہ ہے کہ ابتدا میں ہمارے درمیان جھپٹ بھی ہوگئی تھی۔

لارا۔ ہاں، وہ تو آپ نے میرے کبوتروں کو ڈرا دیا تھا۔

غزالو۔ میں اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہوں۔

لارا۔ کوئی بات نہیں (معشوقانہ انداز میں) آپ کل بھی یہاں تشریف لائینگے نا؟

غزالو۔ یقیناً۔ کہیں بادل نہ چھا جائیں ——— میں اب آپ کے کبوتروں کو ہرگز
نہیں ڈراؤں گا۔ بلکہ اپنے ساتھ روٹی کے ٹکڑے بھی لیتا آؤں گا۔

لارا۔ شکریہ۔ یہ پرندے انسان سے بڑی محبت کرتے ہیں اور اگر ان کے ساتھ
تھوڑی سی بھی مہربانی کی جائے۔ تو بہت ممنون ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں میری
خادمہ لیطرا کہاں گئی؟ (ہاتھ ہلاتے ہوئے اشارہ کرتی ہے)

غزالو (علیحدہ لارا کی طرف دیکھتے ہوئے جو اسکی طرف پیٹھ کئے ہوئے کھڑی ہے) میں
اس راز کو افشا نہ ہونے دوں گا۔ میں اپنی شان کو برقرار رکھوں گا۔ اسے
وہی خیال رہے تو اچھا ہے کہ ایک خوبصورت نوجوان اسکی کھڑکی کے نیچے
سے گزرا کرتا تھا۔

لارا۔ وہ آئی کم بخت!

غزالو۔ یہ جناطو بھی بڑا پاجی ہے۔ ہر وقت کسی نہ کسی خادمہ کو پھنسائے رکھتا ہے۔
(دائیں طرف دیکھ کر اپنا ہاتھ ہلاتا ہے)

لارا (علیحدہ۔ غزالو کی طرف دیکھتے ہوئے جو اس کی طرف پیٹھ کئے ہوئے کھڑا ہے)
ایسے چلنے دو تو بہتر ہوگا۔ اس وقت تو میں بالکل بوڑھی بیوقوف ہو چکی
ہوں۔ اسے وہی خیال رہے تو اچھا ہے۔۔ سیاہ آنکھوں والی خوبصورت
لڑکی جو اپنے محبوب پر پھولوں کا ہار پھینکا کرتی تھی ———

(جناطو دائیں طرف سے اور لیطرا بائیں طرف سے داخل ہوتی ہے۔ اس کے
ہاتھ میں ایک گلدستہ ہے)

لارا۔ لیطرا! پھر وہی یا نشا ہوئی نا؟

غزالو۔ جناطو! تم نے کتنی دیر لگا دی۔

پطرا۔ بیگم صاحبہ! اس محافظ نے یہ پھول آپ کے لئے بھیجے ہیں۔

لارا۔ بہت خوب! کیسے اچھے پھول ہیں۔ میرا شکریہ ضرور ادا کرنا (جب وہ پھول خادمہ کے ہاتھ سے لیتی ہے تو چند پھول زمین پر گر پڑتے ہیں)

غزالو۔ خاتون! یہ عزت مجھے بخشی گئی ہے؟ مجھے کس قدر مسرت حاصل ہوئی ہے

لارا (لجاتے ہوئے) مجھے بہت ہی مسرت ہوئی ہے۔

غزالو۔ اچھا! کل تک الوداع!

لارا۔ الوداع۔

غزالو۔ کل اگر بادل نہ آئے تو۔

لارا۔ کل چمکیلی صبح ہوگی۔ کیا آپ اپنے بنچ پر بیٹھیں گے؟

غزالو۔ نہیں! نہیں! میں تو یہاں ہی بیٹھوں گا۔ آپ کو تو کچھ اعتراض نہ ہوگا؟

لارا۔ ہرگز نہیں۔

غزالو۔ کل میں روٹی کے ٹکڑے ضرور لیتا آؤں گا۔

لارا۔ اچھا! کل سہی۔

(لارا بائیں طرف اپنی خادمہ کے سہارے جاتی ہے۔ غزالو نہایت مشکل سے کانپتے ہوئے گرے ہوئے پھول اٹھاتا ہے۔ لارا مڑ کر دیکھتی ہے۔ اور اُسے پھول چنتے ہوئے دیکھ کر حیران ہوتی ہے)

جناطو۔ آقا! یہ کیا رہے ہو؟

غزالو۔ ٹھہرو جناطو!

لارا۔ (علیحدہ) بے شک یہ وُہی ہے۔

غزالو (علیحدہ) یہ وہی عورت ہے۔

(لارا اور غزالو دونوں ہاتھ ملاتے ہیں)

لارا۔ اے خدا! کیا یہ وہی ہے۔

غزالو۔ خدا کی قسم! یہ تو وہی ہے۔

(وہ ایک دفعہ پھر اسی طرح ہنستے ہیں۔ گویا لارا اس کھڑکی میں کھڑی ہے۔ اور پھول برسا رہی ہے۔ پھر دونوں اپنے اپنے خادموں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے باہر نکل جاتے ہیں)

(پردہ)